العُروةُ فِی مَنَاسِكِ الحَجِّ و العُمْرَة

فتاویٰ حج و عمرہ

(حصہ ہشتم)

تالیف

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 32439799

نام کتاب : العُرْوَةُ فِی مَنَاسِكِ الحَجِّ وَ العُمْرَة
''فتاویٰ حج وعمرہ''

تصنیف : حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

سن اشاعت : شوال المکرّم 1434ھ۔ستمبر 2013ء

سلسلۂ اشاعت نمبر : 233

تعداد اشاعت : 3500

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 32439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

فہرست مضامین

نمبرشمار	عنوانات	صفحہ نمبر
☆	پیشِ لفظ	5
۱۔	کراچی سے جانے والے کا ریاض یا جدہ سے احرام باندھنا	7
۲۔	جدہ والوں کا بلا احرام مکہ آ کر حج کا احرام باندھنا	8
۳۔	شوال میں عمرہ ادا کر کے کراچی آ کر تمتّع کا احرام باندھ کر جانا	12
۴۔	آفاقی کا بلا احرام سرزمین حرم سے گزرنا	13
۵۔	طواف کے پھیروں میں شک واقع ہو تو کیا کرے؟	18
۶۔	عمرہ میں حلق سے قبل نفلی طواف کرنا	20
۷۔	عمرہ کا طواف مکمل کیے بغیر نفلی طواف کرنا	21
۸۔	سعی کرنے والا کس صورت میں تلبیہ کہے گا؟	23
۹۔	بلا عُذر وہیل چیئر پر سعی کرنا	24
۱۰۔	صفا و مروہ پر دعائیں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا	26
۱۱۔	رمی جمرۂ عقبہ کے بعد محرم کا دوسری محرمہ کے بال کاٹنا	27
۱۲۔	عورت کا ایک پورے سے کچھ کم بال کاٹنا	30
۱۳۔	متمتّع کا عمرہ ادا کر کے میقات سے باہر جانا	33
۱۴۔	منیٰ کی راتیں مکہ میں گزارنے والے کا حکم	34
۱۵۔	قارن پر کب دو جزائیں لازم آتی ہیں؟	35
۱۶۔	مقیم عارضی پر قربانی	38
۱۷۔	اونٹ یا گائے میں شریک افراد کی جہاتِ مختلفہ	50

نمبرشمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۸۔	حجِ قِران یا تمتّع میں جو جانور ذبح کیا جاتا ہے کیا اُس سے قربانی ادا ہو جاتی ہے؟	51
۱۹۔	مُحصر صرف ذبح کروانے سے احرام سے باہر ہو جائے گا	52
۲۰۔	مکی کا عمرہ میں حلق سے قبل حج کا احرام باندھنا	53
۲۱۔	طوافِ زیارت کے بعد حلق سے قبل ہمبستری کا حکم	55
۲۲۔	حِل والے کا عمرہ کے احرام سے باہر آنے سے قبل حج کا احرام	57
۲۳۔	دَم جبر کی ادائیگی علی التَّراخی واجب ہے	59
۲۴۔	حلق میں چند جگہ سے بال مونڈ لینے کا حکم	62
۲۵۔	بے وضو نفلی طواف کا حکم	63
۲۶۔	جدّہ والے کا شوال میں عمرہ ادا کر کے اسی سال حج کرنا	65
۲۷۔	عمرہ میں تین چکر کے بعد سعی کر کے حلق کروانے کا حکم	66
۲۸۔	آفاقی کا حجِ افراد میں طوافِ قُدوم کو ترک کرنا	69
۲۹۔	حلق سے قبل داڑھی کا خط بنوانے کا حکم	71
۳۰۔	عام حالات میں عورت نماز میں منہ کھولے گی	74
۳۱۔	جبل رحمت پر چڑھنا	77
۳۲۔	وطنِ اقامت سے مدت سفر کو روانگی سے ہی وطنِ اقامت باطل ہو جاتا ہے	79
۳۳۔	حاجی کا تجارت کرنا	86
۳۴۔	مآخذ و مراجع	91

پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی صاحبِ استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہوگا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اِس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رُجوع کرتے ہیں مناسکِ حج وعمرہ کی ترتیب کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج وعمرہ کے لئے کُتُبِ فقہ خصوصاً مناسک حج و عمرہ کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اِس سے عاجز ہوتے ہیں، اور ایسی صورت میں بعض تو اپنے قیاس سے مسائل بتا دیتے ہیں حالانکہ مناسک حج وعمرہ توقیفی ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کے زیرِ اہتمام نور مسجد میٹھادر میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال با قاعدہ ترتیب حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں، اِسی لئے لوگ حج وعمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کہ جن کے لئے ہم نے خود بھی اپنے ادارے میں قائم دار الافتاء کی جانب رُجوع کیا تھا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء اور ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء کے سفر حج میں مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائے۔ پھر ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۸ء اور ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء کے سفر حج میں اور کچھ کراچی میں مزید

فتاویٰ تحریر ہوئے، اس طرح ہمارے دار الافتاء سے مناسک حج وعمرہ اور اس سفر میں پیش آنے والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا اور اُن میں سے جن کی اشاعت کو ضروری جانا اس مجموعے میں شامل کر دیا اور چھ حصے اس سے قبل شائع کئے جو ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء تک کے فتاویٰ تھے بعد کے فتاویٰ کو جب جمع کیا گیا تو ضخامت کی وجہ سے اُن میں سے کچھ فتاویٰ حصہ ہفتم میں ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء میں شائع کئے گئے اور اب کچھ پہلے کے اور کچھ گزشتہ سال حج اور اس کے بعد کے فتاویٰ حصہ ہشتم میں شائع کئے جا رہے ہیں۔

اور فتاویٰ حج وعمرہ کے آٹھویں حصے کو جمعیت اشاعت اہلسنّت اپنے سلسلۂ اشاعت کے ۲۳۳ ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

خادم جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

کراچی سے جانے والے کا ریاض یا جدہ سے احرام باندھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص بذریعہ ہوائی جہاز عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ جانا چاہتا ہے اس کا سفر کراچی سے ریاض، وہاں سے جدہ پھر جدہ سے مکہ ہے اب وہ کراچی سے احرام باندھے یا ریاض میں جب رُکے تو وہاں سے بھی احرام باندھ سکتا ہے؟ اسی طرح جدہ کا کیا حکم ہے؟

(السائل: سید عبداللہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ریاض سے احرام باندھ سکتا ہے کیونکہ ریاض میقات سے باہر ہے اور اس طرف کے رہنے والوں کی میقات "قَرنُ المَنَازِل" ہے، امام ابوجعفر طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

و لأهل نَجدٍ قرنٌ (۱)

اور امام ابوبکر جصاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

وَقّتَ رسولُ الله ﷺ لأهلِ المدينةِ: ذا الحُليفةِ، و لأهلِ الشّام: الجُحفَةَ، و لأهلِ نجدٍ: قَرْن (۲)

یعنی، رسول اللہ ﷺ نے اہلِ مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ کو اور اہلِ شام کے لئے جُحفہ کو اور اہلِ نجد کے قرن کو میقات مقرر فرمایا۔

اور اسے اب "السیل الکبیر" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور جدید پیمائش کے مطابق یہ مکہ مکرمہ سے ۸۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور جدہ میقات کے اندر ہے اس لئے وہاں تک احرام باندھنے میں تاخیر نہیں کرسکتا۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصّواب

یوم الأربعاء، ۲۲ ذوالحجة ۱۴۳۳ھ، ۷ نوفمبر ۲۰۱۲ م 809-F

۱۔ مختصر الطّحاوی، کتاب الحج، باب ذکر الحج و العمرة، ص ۶۰

۲۔ شرح مختصر الطّحاوی، کتاب المناسك، باب المواقیت، ۲/۵۱۳

جدہ والوں کا بلا احرام مکہ آکر حج کا احرام باندھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کتنے لوگ جو جدہ میں رہتے ہیں وہ بلا احرام مکہ مکرمہ آتے ہیں اور وہیں سے حج کا احرام باندھ کر حج ادا کرتے ہیں حالانکہ وہ حج کے ارادے سے ہی مکہ آتے ہیں کیونکہ اُن کے آنے کا اور کوئی مقصد نہیں ہوتا سوائے حج کے، اس صورت میں اُن کے اس فعل کا شرع مطہرہ میں کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد احمد، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: وہ لوگ جو میقات اور حرم کے مابین رہتے ہیں جیسے جدہ کے رہنے والے وہ جب حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتے ہو تو اُن کے لئے بلا احرام مکہ مکرمہ آنا جائز ہے اور اگر حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں تو اُن کے لئے حُدودِ حرم میں احرام کے ساتھ داخل ہونا لازم ہے اور افضل یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں سے احرام باندھ کر آئیں چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و هم الذین منازِلُهم فی نفس المیقات أو داخلَ المیقات إلی الحرَم، فوقتُهم الحِلُّ للحجّ و العُمرةِ، و هم فی سَعَةٍ ما لم یَدخُلوا أرضَ الحَرمِ، و من دَویرةِ أهلهم أفضلُ، لهم دُخولُ مکةَ بغیرِ إحرام إذا لم یُریدوا نُسُکاً لا فیجب (۳)

یعنی، وہ لوگ کہ جن کے گھر نفسِ میقات پر یا میقات کے اندر حرم تک (یعنی حِل میں) ہیں تو حج وعمرہ کے لئے اُن کی میقات حِل ہے وہ گنجائش میں ہیں(۴) جب تک (حدود) حرم میں داخل نہ ہوں، اور اُن

۳۔ لُباب المناسك، باب المواقیت، فصل: فی الصّنف الثانی، ص ۹۲ (ص۱۱۶)

۴۔ یعنی وہ جواز و رُخصت اور عدمِ لزوم کفّارہ میں گنجائش میں ہیں (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب المواقیت، فصل: فی الصّنف الثّانی، ص ۹۲ (ص۱۶۶)

کا اپنے گھروں سے احرام باندھنا افضل ہے، اور اُن کا بغیر احرام مکہ داخلہ جائز ہے جب کہ کسی نُسُک (حج یا عمرہ) کا ارادہ نہ رکھتے ہوں (٥) ورنہ واجب ہے۔(٦)

اور قاضی حسین بن محمد سعید مکی حنفی متوفی ١٣٦٦ھ لکھتے ہیں:

قال العلّامة الشّیخ قطب الدین فی "مَنْسَکِه": و ممّا یجبُ التَیقُّظُ له سکانُ جُدّة بالجیم، و أهلُ حُدَّة بالمهملة، و أهلُ الأودیةِ القَریبةِ من مکةَ، فإنّهم فی الأغلبِ یأتُون إلی مکة فی سادسِ ذی الحجّة أو فی السّابعِ بغیرِ إحرامٍ، و یحرُمُون من مکة للحجّ، فعلی مَن کان حنفیًّا منهم أن یحرمَ بالحجِّ قبلَ أن یدخُلَ الحرمَ، و إلّا فعلیه دمٌ لمجاوزةِ المیقات بغیر إحرامٍ، لکنّ للنّظر هنا مجالٌ إذا أحرَمَ هؤلاءِ من مکة هو معتادُهُم، و توجّهُوا إلی عرفةَ ینبغی أن یسقُطُ عنهم دمُ المجاوزةِ بوُصُولهم أوّل الحِلّ مُلَبّین، لأنه عودٌ منهم إلی میقاتهم مع الإحرام و التّلبیة، ذلك مُسقِطٌ لدَمِ المجاوزةِ، اللهم إلّا أن یقالَ: لا یعدُّ هذا عوداً منهم إلی المیقات، لأنّهم لم یَقصُدوا العودَ إلیه لتلافی ما لَزِمَهم بالمجاوزة، بل قصدُوا التّوجُّهَ إلی عرفة، و لم أجدُ من تعرَّضَ لذلك، و الله أعلم بالصّواب اھ، و

٥۔ اور قاضی حسین بن محمد سعید مکی حنفی لکھتے ہیں: مصنّف کے قول "جب وہ کسی نُسُک کا ارادہ نہ رکھتے ہوں" کا مقتضا یہ ہے کہ وہ لوگ اگر کسی کام سے مکہ آئیں پھر وہاں سے حج کا احرام باندھ لیں تو اُن پر کچھ لازم نہ ہوگا (إرشاد السّاری إلی مناسك الملّا علی القاری، باب المواقیت، فصل: فی الصنف الثّانی، ص٩٢ (ص١١٦)

٦۔ یعنی وہ اگر کسی نُسُک کا ارادہ رکھتے ہوں تو احرام واجب ہے (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب المواقیت، فصل: فی الصّنف الثّانی، ص ٩٢ (ص١١٦)

قَد نقله الشّیخ عبد الله العفیفُ فی "شرحه" و أقرّه، اھ "حباب"، و قال فی "رد المحتار" عقب عبارة القطبی: و قال القاضی محمد عید فی " شرح مَنسَکِه": و الظّاهرُ السُّقوطُ، لأنَّ العَودَ إلی المیقات مع التلبیة مُسقطٌ لدَمِ المجَاوزَةِ و إن لم یقصُدهُ، لحُصولِ المقصود، و هو التّعظیم (٧)

یعنی، علامہ شیخ قطب الدین نے اپنی "مَنسَك" میں فرمایا وہ کہ جس پر جدّہ، حدّہ اور مکہ کے قریب وادیوں میں رہنے والوں کو آنکھیں کھولنا واجب ہے وہ یہ ہے کہ وہ لوگ غالبًا چھٹی یا ساتویں ذی الحجہ کو بغیر احرام کے مکہ مکرمہ آتے ہیں اور مکہ مکرمہ سے حج کا احرام باندھتے ہیں تو اُن میں سے جو حنفی ہے اُس پر لازم ہے کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے قبل احرام باندھے ورنہ اُس پر بغیر احرام کے مکہ داخل ہونے کا دَم لازم ہوگا لیکن نظر وفکر کی اس میں گنجائش ہے وہ یہ کہ جب اِن لوگوں نے مکہ مکرمہ سے (حج کا) احرام باندھا جیسا کہ اُن کی عادت ہے اور عرفات کی طرف متوجہ ہوئے تو تلبیہ کہتے ہوئے اول الحلّ کو پہنچنے پر اُن پر سے (بلا احرام) گزرنے کا دَم ساقط ہو جانا چاہئے اور وہ (یعنی حلّ میں آکر احرام کی نیت سے تلبیہ کہنا اُن کے حق میں بلا احرام) گزرنے کے دَم کو ساقط ہو کرنے والا ہے، مگر یہ کہا جائے کہ میقات کی جانب اِن کا یہ لوٹنا شمار نہیں کیا جائے گا کیونکہ انہوں نے میقات کی طرف لوٹنے میں اُس کی تلافی کا قصد نہیں کیا جو اِن پر (بلا احرام) گزرنے سے لازم آیا، بلکہ انہوں نے عرفات کی جانب توجہ کا قصد کیا، اور میں نے کسی کو نہیں پایا

٧۔ إرشاد السّاری إلی مناسك الملّا علی القاری، باب المواقیت، فصل: فی الصّنف الثانی، تحت قول اللباب: إذا لم یریدو نسکاً، ص٩٣ (ص١١٦، ١١٧)

کہ جس نے ایسا کہا ہو، (یعنی، عدمِ سقوط کا قول کیا ہو) واللہ تعالیٰ اعلم بالصّواب اھ، اور اسے شیخ عبداللہ عفیف نے اپنی ''شرح'' (۸) میں نقل کیا اور اسے ثابت رکھا اھ ''حباب'' (۹) اور ''رد المحتار'' میں علامہ قطبی کی عبارت کے بعد لکھا کہ قاضی محمد عید نے اپنی ''مَنسَك کی شرح'' (۱۰) میں فرمایا کہ ظاہر سقوط ہے کیونکہ میقات کی جانب تلبیہ کے ساتھ لوٹنا حصولِ مقصود کی وجہ سے جو کہ تعظیم ہے دمِ مجاورۃ کو ساقط

۸۔ "رد المحتار" کے حوالے سے "إرشاد السّاری" میں قاضی محمد عید مذکور ہے جب کہ مُحقّق محمد طلحہ بلال نے اُن کا نام خطیب قاضی عید بن محمد انصاری مکی حنفی ذِکر کیا ہے جو ۱۱۴۳ھ میں فوت ہوئے اور "لُباب المناسك" کی "خلاصة النّاسك" کے نام سے شرح لکھی اور اُن کے بھتیجے فقیہ جمال الدّین محمد بن محمد انصاری حنفی (من علماء القرن الثّاني عشر) نے بھی "لُباب المناسك" کی شرح لکھی ہے اور "در مختار" پر حاشیہ بھی تحریر کیا ہے، قاضی عید انصاری نے اگر مناسکِ حج پر کتاب لکھ کر اُس کی شرح نہ کی ہو تو مراد "خلاصة النّاسك" ہی ہوگی، واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۹۔ یہ مُلّا علی قاری کی شرح "المسلك المتقسط" پر حاشیہ ہے جو علامہ یحیٰ بن محمد بن صالح الحبابؒ مکی حنفی کی تصنیف ہے جو مکہ مکرمہ میں شیخ القرّاء تھے، فقیہ، محدِّث اور مُفسِّر تھے، مکہ مکرمہ میں ہی پیدا ہوئے، تمام علوم میں مہارت حاصل کی اور مسجد الحرام میں درس دیتے رہے، آپ سے بڑے بڑے علماء نے علم حاصل کیا جیسے علامہ طاہر سنبل (ت ۱۲۱۸ھ)، مفتی عبد الملک قلعی (ت ۱۲۲۸ھ)، فقیہ محمد سعید سنبل (ت ۱۲۱۶ھ) وغیرھم اور آپ ۱۱۷۸ھ میں حیات تھے (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، مقدمة الكتاب، الفصل الثانی، المبحث الثانی، الحواشی علی شرح "اللباب" لعلی القاری، برقم: ۱)

۱۰۔ فقیہ عبداللہ بن حسن عفیف کازرونی مکی حنفی نے علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی کی کتاب "لُباب المناسك" کی شرح لکھی اور انہوں نے "لُباب المناسك" کا "بُغية النّاسك" کے نام سے اختصار کیا اور پھر "أقرب المسالك" کے نام سے اس اختصار کی شرح لکھی اور بقول محقق محمد طلحہ بلال کے کہ علامہ شامی جب "العفیف فی شرح مَنسَكه" لکھتے ہیں تو اُس سے مراد یہی شرح ("أقرب المسالك") ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ قاضی حسین مکی حنفی کی یہاں مراد کون سی شرح ہے اور آپ ۱۱۰۲ھ میں حیات تھے (المسلك المتقسط، مقدمة الكتاب، الفصل الأول، المبحث الثانی، شروح اللباب ومختصراته)

کرنے والا ہے اگرچہ اُس کا قصد نہ کرے۔

لہٰذا اِن پر کوئی کفّارہ باقی نہ رہے گا سوائے توبہ کے کیونکہ انہوں نے حج کے ارادے سے حرم میں بلا احرام داخلے کے گُناہ کا ارتکاب کیا ہے۔

واللّٰہ تعالى أعلم بالصّواب

یوم الأربعاء، ۱ ذوالحجة ۱۴۳۳ھ، ۱۶ اکتوبر ۲۰۱۲م F-816

شوال میں عمرہ ادا کرکے کراچی آکر تمتّع کا احرام باندھ کر جانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص رمضان المبارک میں عمرہ کے لئے گیا اور اُس کی واپسی شوال المکرّم میں تھی، اس لئے جانے سے قبل شوال کے مہینے میں بھی عمرہ ادا کیا اور چلا گیا، پھر اسی سال وہ حجِ تمتّع کی غرض سے آیا اور حجِ تمتّع کیا، کیا اُس کا حجِ تمتُّع ہوگا یا نہیں؟

(السائل: ڈاکٹر عبدالرحیم، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس کا حج تمتّع ہی واقع ہوگیا چنانچہ امام ابوبکر جصّاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

و كذلك الكوفيُّ: إذا دَخَلتْ عليه أشْهُر الحجِّ و هو بمكّةَ، لا يصحُّ له التّمتّعُ عند حتى يرجعَ إلى أهله، ثمّ ينشيء العمرة، ثم يحجُّ من عامه (۱۱)

یعنی، اسی طرح کوفی جب اُس پر حج کے مہینے آئے تو وہ مکہ مکرمہ میں تھا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اُس کے لئے حجِ تمتّع درست نہیں یہاں تک کہ وہ اپنے اہل کو لوٹے، پھر عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کرے، پھر اُسی سال حج کرے۔

۱۱۔ شرح الطّحاوی للرّازی، کتاب المناسك، فصل: أشْهُر الحجّ، و إدخال الحجّ علی العمرة، ۲/۵۰۶

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

أن لا يدخلَ عليه أشهرُ الحجّ وهو حلالٌ بمكةَ أو مُحرِمٌ ولكن قد طَافَ للعُمرةِ أكثرُهُ قبلها إلّا أن يعود إلى أهله فيحرمُ بعُمرة (١٢)

یعنی، تمتّع کی دسویں شرط یہ ہے کہ اُس پر حج کے مہینے نہ آئیں کہ وہ مکہ میں بغیر احرام کے ہو یا مُحرم ہو لیکن اُس نے عمرہ کا اکثر طواف اس سے قبل کر لیا ہو، مگر یہ کہ وہ اپنے اہل کو لوٹے پھر عمرہ کا احرام باندھے۔

اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و الحاصلُ: أنّه لو دخلتْ عليه الأشهُرُ و هو حلالٌ أو مُحرمٌ، ثمّ أحرمَ بعمرة من الميقات، أو لم يحرُم و حجَّ لا يكون متمتّعاً إلاّ أن يعودَ إلى أهلِه فيحرُم بعمرة فيكون حينئذ مُتمتِّعا اتفاقاً (١٣)

یعنی، حاصل کلام یہ ہے کہ اگر حج کے مہینے آ گئے اور (مکہ میں) بغیر احرام کے ہو یا مُحرم ہو پھر اُس نے میقات سے احرام باندھا یا احرام نہ باندھا اور حج کیا تو متمتّع نہ ہوگا مگر یہ کہ اپنے اہل کو لوٹے پھر عمرہ کا احرام باندھے تو اس وقت بالاتفاق متمتّع ہوگا۔

و اللّٰه تعالى أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ۷ ذوالحجة ۱٤۳۳ھ، ۲۳ اکتوبر ۲۰۱۲ م 818-F

آفاقی کا بلا احرام سرزمین حرم سے گزرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جدہ

۱۲۔ لُباب المناسك، باب التّمتُّع، فصل: فی شرائطه، شرط العاشر، ص ۳۰۱

۱۳۔ المسلك المتقسط فی المسنك المتوسط، فصل: فی شرائطه، مع قوله: إلا أن يعود إلخ، ص ۳۰۱

والے یا مدینہ شریف والے طائف سے جب لوٹتے ہیں ٹیکسی والے مختصر راستے کی وجہ سے نہ صرف میقات کے اندر سے گزرتے ہیں بلکہ بالکل حرم شریف کے قریب سے گزرتے ہیں، اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟

(السائل: محمد اقبال، مدینہ منورہ)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: طائف سے لوٹتے ہوئے حرم شریف سے گزرنے والے پر لازم ہے کہ وہ عمرہ کا احرام باندھ کر آئے اور مکہ مکرمہ آ کر عمرہ ادا کرے پھر آگے جائے، اگر ایسا نہیں کرتا تو ایسا راستہ اختیار کرے جو حرم سے ہو کر نہ گزرتا ہو، کیونکہ طائف میقات سے خارج ہے، طائف سے مکہ مکرمہ کی طرف آتے ہوئے دو میقاتیں ہیں ایک ''سیل کبیر'' دوسری ''وادیٔ محرم''، لہٰذا طائف سے آنے والا جب آیا تو وہ میقات کے باہر سے آیا اور اُس کا قصد مکہ مکرمہ سے گزرنے کا ہے اِس لئے وہ آفاق سے مکہ مکرمہ آنے والا ہے اور اُس کے لئے بغیر احرام آنا جائز نہیں، چنانچہ ایسے شخص کے لئے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"لَا يَتَجَاوَزَ أَحَدُ الْمِيْقَاتَ إِلَّا وَ هُوَ مُحْرَمٌ" (١٤)

یعنی، کوئی میقات سے نہ گزرے مگر یہ کہ وہ احرام والا ہو۔

۱٤۔ المصنَّف لابن أبی شيبة، كتاب الحجّ، باب لا يتجاوز أحد الوقت إلا محرم، برقم: ۱۵۷۰۱۔ أيضاً المعجم الكبير، برقم: ۱۲۲۳٦، ۱۱/۳٤۵، بلفظ: "لَا تَجُوْزُ الْوَقْتَ إِلَّا بِإِحْرَامٍ"۔ یعنی، نہ گزرے میقات سے مگر احرام کے ساتھ۔ أيضاً شرح معانی الآثار، كتاب الحجّ، باب دخول الحرم إلخ، برقم: ٤۱۷۲، ۲/۲٦۳، و كتاب الحجّة، باب فی فتح رسول الله ﷺ مكة عترةً، برقم: ۵٤۷۳، ۳/۳۲۹، بلفظ "لَا يَدْخُلُ أَحَدٌ إِلَّا مُحْرِمًا" یعنی، نہ داخل ہو کوئی ایک مکہ میں مگر احرام والا، أيضاً السُّنَن الكبرىٰ، كتاب الحجّ، باب دخول مكة بغير إرادة الحج و لا عمرةٍ، برقم: ۹۸۳۹، ۵/۲۸۹، و معرفة السُّنَن و الآثار، كتاب المناسك، باب دخول مكة بغير إرادة حجٍ و عمرةٍ، برقم: ۳۱۳۰، ٤/۱٦۹، بلفظ: "مَا يَدْخَلُ مكة أَحَدٌ مِنْ أَهْلِهَا وَ لَا مِنْ غَيْرِهَا إِلَّا بِإِحْرَامٍ" یعنی، نہ داخل ہو مکہ میں کوئی ایک اس کے اہل سے نہ اُس کے غیر سے مگر احرام کے ساتھ۔

اسی حدیث شریف کی بنا پر فقہاءِ احناف نے حکم دیا کہ آفاق سے آنے والا مکہ مکرمہ کسی بھی غرض سے آئے تو میقات سے بغیر احرام کے نہ گزرے چنانچہ امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی ۳۲۱ھ نے لکھا اور امام ابو بکر احمد بن علی بصاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ نے نقل کیا ہے کہ:

قال أصحابنا: لا يَدْخُلُ أحدٌ ممّن هو خارجُ الميقات إلّا بإحرامٍ، فإن دخلها بغير إحرامٍ فعليه حجةٌ أو عمرةٌ (١٥)

یعنی، اُن میں سے جو میقات سے خارج ہیں نہ داخل ہو مگر احرام کے ساتھ، پس اگر مکہ بغیر احرام کے داخل ہوا تو اُس پر حج یا عمرہ لازم ہے۔

علامہ حسن بن منصور اوز جندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

الآفاقی و مَن كان خارجَ الميقات، إذا قصدَ مكّةَ لحجّةٍ أو عُمرةٍ أو لحاجةٍ أُخرى، لا يُجاوزُ الميقات إلّا مُحرماً (١٦)

یعنی، آفاقی اور وہ جو میقات سے خارج ہے، جب حج یا عمرہ یا کسی اور کام کے لئے مکہ کا قصد کرے تو وہ میقات سے نہ گزرے مگر احرام والا۔

اور علامہ علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں کہ

كذالك لو أرادَ بمُجاوَزةِ هذه المَواقيتِ دخولَ مكّةَ، لا يجوزُ له أن يُجاوِزَها إلّا مُحرماً، سواء أراد بدخولِ مكّةَ النُّسُك مِن الحجّ أو العُمرةِ أو التّجارَةِ أو حاجة أخرى عندنا (١٧)

یعنی، اس طرح اگر ان مواقیت (خمسہ) سے گزرنے سے دخولِ مکہ کا ارادہ ہے تو ہمارے نزدیک اُس کے لئے بغیر احرام گزرنا جائز نہیں، چاہے مکہ داخل ہونے سے اُس کا نُسکِ حج یا عمرہ کا ارادہ ہو یا تجارت

١٥ـ مختصر اختلاف العلماء، كتاب المناسك، الإحرام لدخول مكة، برقم: ٥٥٣، ٢/٦٥

١٦ـ فتاویٰ قاضیخان، كتاب الحج، ١/٢٨٤، دار المعرفة، ، و ١/١٧٣، دار الفكر

١٧ـ بدائع الصّنائع، كتاب الحج، فصل: أمّا بيان مكان الإحرام، ٣/١٦٠

یا کسی اور کام کا۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ آفاق سے مکہ مکرمہ آنے والا کسی بھی ارادے سے آئے، حج یا عمرہ کے ارادے سے آئے یا تجارت کی غرض سے یا اُس نے وہاں سے گزرنا ہو، بہر حال وہ حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر آئے گا، بلا احرام آیا تو اس پر حج یا عمرہ دونوں میں سے کوئی ایک عبادت لازم ہو جائے گی، چنانچہ امام شمس الدین ابو بکر محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ ''کافی'' میں امام حاکم شہید کا قول نقل کرتے ہیں کہ

قال: و إذا دَخَلَ الرّجلُ مكّةَ فوجبَ عليه حجةٌ أو عمرةٌ (١٨)

یعنی، فرمایا ایک (آفاقی) شخص جب مکہ میں داخل ہو گیا تو اُس پر حج یا عمرہ واجب ہو گیا۔

اور علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

و مَن دخلَ مكّةَ بلا إحرامٍ وجب عليه أحدُ النُّسُكين (١٩)

یعنی، جو شخص مکہ بغیر احرام کے داخل ہو گیا اُس پر دو نُسک (حج وعمرہ) میں سے ایک واجب ہو گیا۔

اور علامہ مجد الدین عبداللہ بن محمود حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و لا يجوزُ للآفاقي أن يَتجاوزَها إلا مُحرماً إذا أرادَ دخولَ مكّةَ (٢٠)

یعنی، آفاقی کے لئے جائز نہیں کہ وہ میقات سے گزرے مگر احرام والا جب کہ اس کا مکہ داخل ہونے کا ارادہ ہو۔

اس کا حل پھر یہی ہوگا کہ وہ کسی میقات کو واپس جائے اور احرام باندھ کر آئے اور اگر نہیں جاتا تو وہیں سے احرام باندھے اور دَم دے، چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد

١٨ـ المبسوط للسّرخسي، كتاب المناسك، باب المواقيت، ٢/٤/١٥٩

١٩ـ كنز الدّقائق، كتاب الحج، باب مجاوزة الميقات بغير إحرامٍ، ص٣١

٢٠ـ المختارُ الفَتوىٰ، كتاب الحج، ص٧٩

ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ نے نقل کیا کہ

عن ابن عباسٍ رضی اللہ عنہما قال: إِذَا جَاوَزَ الْوَقْتَ فَلَمْ يُحْرِمْ حَتَّى دَخَلَ مَكَّةَ رَجَعَ إِلَى الْوَقْتِ فَأَحْرَمَ، وَ إِنْ خَشِيَ إِنْ رَجَعَ إِلَى الْوَقْتِ، فَإِنَّهُ يُحْرِمُ وَ يُهْرِيقُ لِذَلِكَ دَمًا (۲۱)

یعنی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جب میقات سے گزر گیا پس احرام نہ باندھا یہاں تک کہ مکہ میں داخل ہوگیا تو میقات کو لوٹے پس احرام باندھے اور اگر میقات کو لوٹنے میں خوف ہو تو وہ احرام باندھے اور اُس کے لئے بطور دَم خون بہائے۔

اور ایسے شخص کے لئے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فعليه العَودُ إلى ميقاتٍ منها و إن لم يكُنْ ميقاتَه ليُحرِمَ منه، و إلّا فعليه دمٌ (۲۲)

یعنی، پس اُس پر مواقیت میں سے کسی میقات کو لوٹنا لازم ہے تاکہ وہاں سے وہ احرام باندھے اگرچہ وہ میقات نہ ہو (کہ جس سے بغیر احرام کے گزر کر آیا تھا) ورنہ اُس پر دَم لازم ہوگا۔

اور اسی طرح کے سوال کا جواب ''فتاویٰ حج وعمرہ'' حصہ چہارم کے صفحہ ۲۴ پر بھی موجود ہے، اس کا مطالعہ بھی مفید رہے گا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۷ شوال المکرّم ۱۴۳۴ھ، ۱۵ اغسطس ۲۰۱۳ م 856-F

۲۱۔ فتح القدير، كتاب الحجّ، فصلَ و المواقيت التى إلخ، ۲/۳۳۵

۲۲۔ رَدّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، مطلب: فى المواقيت، تحت قوله: حَرُم تأخير إلخ، ۳/۵۵۱، ۵۵۲

طواف کے پھیروں میں شک واقع ہو تو کیا کرے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کسی کو طواف کرتے وقت طواف کے چکروں کی تعداد میں شک ہو جائے تو کیا کرے نیز اگر فرض طواف میں ایسا ہو تو کیا کرنا چاہئے اور غیر فرض میں ہو تو کیا کرے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یاد رہے کہ فرض وواجب طواف اور غیر فرض وغیر واجب طواف کے چکروں کی تعداد میں شک کا حکم الگ الگ ہے، اگر یہ شک فرض یا واجب طواف میں واقع ہو تو از سرِ نو کرے اور اگر غیر فرض وغیر واجب طواف میں ایسا ہو تو غالب گمان پر انحصار کرے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اگر شک اُفتاد در عددِ اشواط، پس اگر طواف فرض است چنانکہ طوافِ زیارت وطواف عمرہ یا واجب است چنانکہ طواف وداع اعادہ کند اُورا از سرِ نو و بنا نہ کند بر غالب ظن برخلاف نماز، واگر طواف غیر فرض است و غیر واجب است اعادہ نکند اُورا بلکہ بنا کند بر غالب ظن خود، وبعضے گفتہ اند کہ حکم شک در طواف مثل حکم اُو در نماز است مطلقاً اگرچہ طواف فرض باشد یا غیر اُو، پس بر این روایت استیناف کند طواف را اگر شک اول مرتبہ باشد واگر بسیار باشد تحری کند وبنا کند بر غلبۂ ظن اگر داشتہ باشد وإلّا بنا کند بر اقل چنانچہ کہ در نماز (۲۳)

یعنی، اگر طواف کے چکروں کی تعداد میں شک واقع ہو، پس اگر طواف فرض ہے جیسے طوافِ زیارت اور طوافِ عمرہ یا واجب ہے جیسے طوافِ وداع اُس کا از سرِ نو اعادہ کرے، غالب گمان پر بنا نہ کرے برخلاف نماز

۲۳۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل هشتم، در بیان مسائل متفرقه إلخ، ص۱۵۴، ۱۵۵

کے اور اگر طواف غیر فرض وغیر واجب ہے تو اس کا اعادہ نہ کرے بلکہ اپنے غالب گمان پر بنا کرے، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ طواف میں شک کا حکم مطلقاً نماز میں شک کے حکم کی مثل ہے اگرچہ طواف فرض ہو یا غیر فرض، پس اس روایت کی بنا پر اگر شک پہلی مرتبہ واقع ہوا ہو تو از سر نو طواف کرے گا اگر کافی بار ہوا ہو تو غور و فکر کرے گا اور غالب گمان رکھتا ہو تو اُس پر بنا کرے ورنہ کم پھیروں پر بنا کرے جیسا کہ نماز میں۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں کہ

لو شَكَّ فی عددِ الأشواطِ فی طوافِ الرُّكنِ أعادَهُ و لا یَبنی علی غالب ظَنّه، بخلاف الصّلاةِ، قیلَ: إذا كان یكثرُ ذلك یَتحرَّی "لُباب" و قال شارحُه: و مفهومه أنّه لو شَكَّ فی أشواطِ غیرِ الرُّكنِ لا یُعیدُهُ، بل یَبنی علی غلبة ظنّه، لأنَّ غیرَ الفرضِ علی التّوسعةِ، و الظاهر أَنَّ الواجبَ فی حُكمِ الرُّكن لأنّه فرضٌ عَمَلیٌّ (٢٤)

یعنی، اگر طوافِ رُکن میں پھیروں کی تعداد میں شک ہو تو اُس کا اعادہ کرے اور اپنے غالب گمان پر بنا نہ کرے برخلاف نماز کے، کہا گیا کہ جب اُسے کثرت سے شک ہوتا ہے تو غور و فکر کرے "لُباب" اور اس کے شارح نے فرمایا: اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر غیر رُکن طواف کے پھیروں (کی تعداد) میں شک واقع ہو تو اُس کا اعادہ نہ کرے بلکہ اپنے غالب گُمان پر بنا کرے، کیونکہ غیر فرض میں گنجائش ہے اور ظاہر ہے کہ واجب (طواف) رُکن کے حکم میں ہے کیونکہ وہ فرض عملی ہے۔

٢٤۔ ردّ المحتار علی الدرّ المختار، کتاب الحجّ، فصل: فی الإحرام، مطلب: فی طواف القدوم، تحت قول التنویر: یلزَمه إتمامه و تحت قول الدّر: بخلاف الحجّ، ٥٨٢/٣

یاد رہے کہ جہاں اعادہ کا حکم ہے اس سے مراد یہ نہیں کہ پورے طواف کا اعادہ کرے بلکہ اُسی چکر کا اعادہ کرے کہ جس میں شک واقع ہوا چنانچہ علامہ عبد القادر رافعی حنفی متوفی ۱۳۲۳ھ لکھتے ہیں:

أی: أعاد الشوطَ الذی شكَّ فیه، و لیس المرادُ أنه یُعِیدُ الطَّوافَ كلَّه، كما یَظهرُ (٢٥)

یعنی، اس چکر کا اعادہ کرے کہ جس میں شک واقع ہوا اور یہ مراد نہیں ہے کہ پورے طواف کا اعادہ کرے جیسا کہ ظاہر ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٢٦ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ١١ نوفمبر ٢٠١٢ م 813-F

عمرہ میں حلق سے قبل نفلی طواف کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ عمرہ میں طواف اور سعی کے بعد حلق یا تقصیر سے قبل نفلی طواف کرنا کیسا ہے اور اگر کوئی کر لے تو اُس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: محمد اشرف، لبیک حج اینڈ عمرہ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ایسا کرنا نہیں چاہئے کہ خلافِ سنّت ہے کہ سنّت کا خلاف کرنا محرومی کا سبب ہے اور اُس پر کوئی کفّارہ لازم نہیں آئے گا جس طرح قارن اگر طوافِ عمرہ اور سعی کے مابین نفلی طواف کر لے تو اُس پر کوئی کفّارہ لازم نہیں آتا، چنانچہ شمس الائمہ ابو بکر محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

و لو أنّه بینَ طوافِ العُمرةِ و سَعیِها اشتغَلَ بنومٍ أو أكلٍ لم

٢٥۔ تقریرات الرّافعی علی الدّر و الرّد المحتار، کتاب الحجّ، فصل: فی الإحرام، مطلب: فی طواف القدوم، تحت قول التنویر: یلزَمه إتمامه، و تحت قول الدّر: بخلاف الحجّ، ٥٨٢/٣

يَلزَمهُ دمٌ، فكذا إذا اشتغل بطواف التّحيّة (٢٦)

یعنی، اگر وہ طوافِ عمرہ اور اُس کی سعی کے مابین سونے اور کھانے میں مشغول ہوا تو اُس پر کچھ کفّارہ لازم نہ ہوگا، پس اسی طرح اگر وہ طواف تحیۃ میں مشغول ہوا (تو بھی کچھ لازم نہ ہوگا)۔

لہٰذا جب ایک شخص عمرہ میں طواف اور سعی کے مابین سو جاتا ہے یا کھانا کھاتا ہے یا طوافِ تحیۃ کرتا ہے اُس پر کچھ لازم نہیں آتا تو وہ شخص جو عمرہ میں سعی کے بعد حلق یا تقصیر سے قبل نفلی طواف کر لے تو اُس پر بھی کچھ لازم نہیں آئے گا۔ ایسا کر کے اُس شخص نے بھی سنّت کا خلاف کیا اور یہ کرے گا تو بھی سنّت کا خلاف ہوگا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٦ محرم الحرام ١٤٣٤ھ، ٢٢ اکتوبر ٢٠١٢ م 822-F

عمرہ کا طواف مکمل کئے بغیر نفلی طواف کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عمرہ کے طواف میں صرف تین پھیرے دیئے باقی چھوڑ دیئے، دوسرے روز ایک مکمل نفلی طواف کیا اور تیسرے روز عمرہ کے بقیہ چار پھیرے دیئے اور سعی کی اور حلق کروایا، کیا اُس کا عمرہ ادا ہو گیا یا نہیں؟

(السائل:)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس کا عمرہ درست ہو گیا کیونکہ دوسرے روز کئے گئے نفلی طواف سے اُس کے عمرہ کا طواف مکمل ہوا کیونکہ عمرہ کا طواف پہلے لازم ہو چکا تھا اور عمرہ کا طواف نفلی طواف سے قوی ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللّٰہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

٢٦ـ المبسوط للسّرخسي، كتاب المناسك، باب الطّواف، ٢/٤/٣٤

ولو طافَ لعُمرتهِ ثلاثَةَ أشواطٍ، ثُمَّ طافَ للقُدوم كذلك، فالأشواطُ التى طافَ للقُدوم محسوبةٌ من طوافِ العُمرة، فبقِيَ عليه للعُمرة شوطٌ واحدٌ، فيكمله (٢٧)

یعنی، اگر عمرہ کا طواف تین چکر کیا پھر اسی طرح (یعنی تین چکر) طوافِ قُدوم کیا، تو وہ چکر جو اُس نے طوافِ قُدوم کے لئے کئے وہ طوافِ عمرہ سے شمار کئے جائیں گے پس اُس پر عمرہ کے طواف کا ایک چکر باقی رہا ہے جسے وہ پورا کرے گا۔

اس مسئلہ میں طوافِ قُدوم کے پھیروں کو طوافِ عمرہ سے شمار کیا گیا، اس طرح یہاں طوافِ عمرہ کے بقیہ چکروں کو نفلی طواف سے پورا کیا جائے گا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں کہ

اگر طواف کرد برائے عمرہ بعض اشواط وترک کرد بعض از انہا بعد از ان طواف زیارت کرد هفت شوط تمامہا تکمیل کردہ شود طوافِ عمرہ را از طوافِ زیارت برابرست کہ متروک از طواف عمرہ قلیل باشد یا کثیر زیرنکہ طواف عمرہ لازم شُدہ است اولاً پس آن اقوی باشد از طوافِ زیارت ازین حیثیت ہر چند کہ مستوی اند ہر دو در کیفیت (٢٨)

یعنی، اگر عمرہ کا طواف چند چکر کیا اور اُس سے چند چکر چھوڑ دیئے، اُس کے بعد سات چکر پورے طوافِ زیارت کیا تو طوافِ عمرہ کی تکمیل طوافِ زیارت سے کی جائے گی، برابر ہے کہ طوافِ عمرہ سے متروک قلیل ہو یا کثیر کیونکہ طواف عمرہ اولاً لازم ہوا ہے پس وہ اس حیثیت سے طوافِ زیارت سے زیادہ قوی ہے ہر چند کہ دونوں کیفیت میں برابر ہیں۔

٢٧ـ لُباب المناسك، باب أنواع الأطوفة وأحكامه، فصل: أي في تحقيق النية، ص٢٠٦ـ٢٠٧

٢٨ـ حيات القلوب زيارة المحبوب، باب سيوم دربيان طواف انواع آن، فصل دويم: در بيان شرائط صحت طواف، ص ١١٧

اس مسئلہ میں عمرہ کے طواف کو طوافِ زیارت کے چکروں سے پورا کیا گیا اگرچہ دونوں فرض ہیں جب ایک فرض کی دوسرے فرض سے تکمیل درست ہوئی تو فرض کی نفل سے تکمیل بطریق اَولیٰ درست ہوگی۔

باقی رہا اُس کا نفلی طواف تو اُس نے اُسے دو دنوں میں مکمل کیا دوسرے روز کئے گئے طواف کے سات چکروں میں سے چار تو عمرہ کے طواف میں شمار ہوئے تین باقی رہے پھر تیسرے روز اُس نے طوافِ عمرہ کی نیت سے چار چکر دیئے تو اُس سے اُس کا نفلی طواف مکمل ہوگیا۔

اور وہ شخص عمرہ کے احرام میں نفلی طواف کرنے کی وجہ سے اسائت کرنے والا ہوگا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱۳ ذوالحجة ۱۴۳۳ھ، ۲۹ اکتوبر ۲۰۱۲ م F-832

سعی کرنے والا کس صورت میں تلبیہ کہے گا؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ سعی کرنے والے کے لئے تلبیہ کہنا جائز ہو کیونکہ عمرہ میں تلبیہ کا اختتام طواف کی ابتداء پر اور حج میں جمرۂ عقبہ کی رمی پر ہو جاتا ہے اس لئے سعی میں تلبیہ کے جواز کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: سعی میں تلبیہ اُس حاجی کے لئے جائز ہے جو طوافِ قُدوم کے بعد حج کی سعی کرے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و يُلبّى فى السَّعى الحاجُّ لا المُعتمرُ (۲۹)

یعنی، حاجی سعی میں تلبیہ کہے گا نہ کہ معتمر۔

۲۹۔ لُباب المناسک، باب فی السّعی بین الصفا و المروة، ص۱۹۲

اور حاجی سے مراد وہ حاجی ہے کہ جو طوافِ قُدوم کے بعد حج کی سعی کرے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أی: إن وَقَع سعيُه بعدَ طوافِ القُدوم (۳۰)

یعنی، اُس کی سعی طوافِ قُدوم کے بعد واقع ہو۔

اور سعی میں تلبیہ نہ کہنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

و لَو كان مُتمتِّعًا، لأنَّ التّلبيةَ تَنقطعُ بالشُّروعِ فى طوافِه، لا الحَاجُّ إذا سَعَى بَعدَ طوافِ الإفاضةِ لانقِطَاعِ تَلبيَتِهِ بأوّل رَمْى الجَمرةِ (۳۱)

یعنی، اگرچہ متمتع ہو (وہ سعی میں تلبیہ نہیں کہے گا) کیونکہ تلبیہ طواف میں شروع ہوتے ہی منقطع ہو جاتی ہے، نہ (وہ) حاجی (سعی میں تلبیہ کہے گا) جب طوافِ زیارت کے بعد سعی کرے کیونکہ تلبیہ پہلی رمی کے ساتھ منقطع ہوگئی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ۲۱ ذوالحجة ۱۴۳۳ھ، ٦ نوفمبر ۲۰۱۲ م F-808

بلاعُذر وہیل چیئر پر سعی کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص باوجود قدرت کے وہیل چیئر پر سعی کرے تو اُس کی سعی ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

(السائل: سید عبد الرحمٰن)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: قدرت رکھنے والے کے لئے

۳۰۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسّط، باب السّعی بین الصّفا و المروة، ص۱۹۲

۳۱۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب السّعی بین الصّفا و المروة، تحت قوله: لا المعتمر، ص۱۹۲

واجب ہے کہ وہ پیدل سعی کرے اور جیسا کہ اسے سعی کے واجبات میں شمار کیا گیا ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فإنّ المشي في السَّعيِ واجبٌ عندنا (۳۲)

یعنی، پس بے شک سعی میں پیدل چلنا ہمارے نزدیک واجب ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی واجباتِ سعی کے بیان میں لکھتے ہیں:

و المشيُ فيه، فإن سَعَى رَاكباً أو محمولاً أو زاحفاً بغير عُذرٍ فعليه دمٌ، و لو بعُذرٍ فلا شيءَ عليه (۳۳)

یعنی، سعی میں پیدل چلنا واجب ہے پس اگر بلا عذر سوار ہو کر یا اپنے آپ کو اٹھوا کر یا گھسٹ کر سعی کی تو اُس پر دَم لازم ہے، اور اگر عُذر کی وجہ سے کی تو اُس پر کچھ نہیں۔

اور امام محمود بن احمد بن عبد العزیز ابن مازہ نجاری حنفی متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا کہ

يَنبغي أن يطوفَ بالبيت ماشياً، و لو طافَ راكباً أو محمولاً، أو سَعَى بين الصّفا و المروة راكباً أو محمولاً إن كان كذلك من عُذرٍ يُجزيه، و لا يلزَمُهُ شيءٌ، و إن كان من غير عُذرٍ فما دام يُمكنُه فإنّه يُعيدُ و إن رَجَعَ إلى أهله، فإنه يُريقُ كذلك دماً عندنا (۳۴)

۳۲۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب السّعي بين الصّفا و المروة، تحت قوله: و إن كان على دابةٍ، ص۱۹۲

۳۳۔ لُباب المناسك، باب السّعي بين الصّفا و المروة، فصل: في واجباته، ص۱۹۷

۳۴۔ الفتاویٰ الهندية، كتاب المناسك، الباب الثّامن: في الجنايات، الفصل الخامس: في الطّواف و السّعي إلخ، ۱/۲۴۷، و فيه: "إن كان ذلك" مكان "إن كان كذلك"، و "يجوز" مكان "يجزيه" و "فما دام مكة" مكان "فما يمكنه"۔ المحيط البرهاني، كتاب المناسك، الفصل الثّامن: في الطّوافِ و السّعي، ۳/۶۱

یعنی، چاہئے کہ بیت اللہ شریف کا طواف پیدل کرے اور اگر سوار ہو کر یا اپنے آپ کو اٹھوا کر طواف کیا یا سوار ہو کر یا اپنے آپ کو اُٹھوا کر صفا و مروہ کے مابین سعی کی، اگر اس طرح کسی عُذر کی وجہ سے ہے تو جائز ہے اور اُسے کوئی شئے لازم نہیں اور اگر بلا عُذر ہے تو جب تک اُسے ممکن ہے (یا وہ مکہ میں ہے) تو اُس کا اعادہ کرے اور اگر اپنے اہل کو لوٹ گیا تو ہمارے نزدیک خون بہائے (یعنی دَم دے)۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصّواب

یوم الخمیس، ۲۳ ذوالحجة ۱۴۳۳ھ، ۸ نوفمبر ۲۰۱۲م 810-F

صفا ومروہ پر دعائیں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ صفا و مروہ پر سعی کی ابتداء اور اختتام میں جو دُعا مانگی جاتی ہے اُس میں ہاتھ اُٹھائے جائیں یا نہیں؟

(السائل: حافظ محمد رضوان بن غلام حسین قادری)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صفا اور مروہ پر دعا کے لئے ہاتھ کندھوں تک اُٹھائے اور ہتھیلیاں آسمان کی جانب رکھے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

يَرفَعُ يَدَيهِ حَذْوَ مَنكِبَيْهِ جَاعلاً بَطنَها نحوَ السَّماءِ كما للدُّعاءِ (۳۵)

یعنی، اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کندھوں کے برابر اِس طرح اُٹھائے گا کہ ہتھیلیاں آسمان کی جانب کئے ہوئے ہو۔

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ اس کے تحت لکھتے ہیں کہ

أي: كما يَرفَعُهُما لمُطلقِ الدُّعاءِ في سائرِ الأَمكِنَة و الأَزْمِنَةِ عَلى طِبْقِ مَا وَرَدت به السُّنَّةُ، لا كما يفعلُه الجَهلَةُ خصوصاً

۳۵۔ لُباب لمناسك، باب السّعي بين الصّفاء و المروة، ص۱۸۹

مُعلّمی الغُرَباء مِنْ رَفعِ أَیدِیهم إلی آذَانِهم و أکتَافِهم ثَلاثاً کُلَّ مَرّةٍ مع التّکبیر، فإنّ السُّنَّةَ الثَّابتةَ بخلافه (٣٦)

یعنی، جیسے تمام مقامات اور زمانوں میں مطلق دعا میں اُٹھاتا ہے کہ جس پر سنّت وارد ہوئی ہے، نہ اِس طرح کہ جیسے جاہل لوگ کرتے ہیں خصوصاً مسافرین کے مُعلّم کہ وہ ہاتھوں کو کانوں تک اور کندھوں تک تین بار اُٹھاتے ہیں اور ہر بار تکبیر کہتے ہیں پس بے شک سنّت ثابتہ اس کے خلاف ہے۔

مصنّف نے ہتھیلیاں آسمان کی جانب رکھنے کا ذِکر کیا اُس کی وجہ یہ ہے کہ دُعا کا قبلہ آسمان ہے چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

لأنّها قبلةُ الدُّعاء (٣٧)

یعنی، کیونکہ آسمان دُعا کا قبلہ ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا روضۂ رسول ﷺ پر مواجۂ اقدس کی طرف منہ کر کے دُعا مانگنے سے ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے اس لئے کہ دُعا کا قبلہ آسمان ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ١٣ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ٢٩ اکتوبر ٢٠١٢م 819-F

رمی جمرۂ عقبہ کے بعد محرمہ کا دوسری محرمہ کے بال کاٹنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک محرمہ عورت کہ جس نے ١٠ تاریخ کو جمرۂ عقبہ کی رمی کر لی ابھی اس کی قربانی نہیں ہوئی تھی اُس

٣٦ـ المسلک المتقسط فی المنسک المتوسّط، باب السّعی بین الصّفا و المروة، ص١٨٩

٣٧ـ المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط، تحت قوله: جاعلاً بَطنَها نحو السّماء، باب السّعی بین الصّفا و المروة، ص١٨٩

نے دوسری ایسی عورت کا قصر کیا کہ جس کی قربانی ہو چکی تھی، اب بال کاٹنے والی عورت پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: حافظ محمد فاروق امجدی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں وہ عورت جس نے دوسری عورت کے بال کاٹے ہیں وہ دو حال سے خالی نہیں، اُس پر حج کی قربانی واجب ہو گی یا واجب نہیں ہو گی، کیونکہ اُس کا حج تمتع یا قران ہے تو قربانی واجب ہے، چنانچہ امام حسن بن منصور اُوزجندی حنفی متوفی ٥٩٢ھ لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ نظام حنفی متوفی ١١٦١ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے نقل کیا:

و یجبُ الدَّمُ علی القَارِنِ و المتَمتّع شُکراً لِماَ أنعَمَ اللّٰهُ تعالی علیه بتَسِیر الجَمعِ بینَ العِبادتَین (٣٨)

یعنی، قارن اور متمتّع پر دَم واجب ہے اللہ تعالیٰ نے دو عبادتوں (حج و عمرہ) کے مابین جمع میں آسانی فرمائی اُس کے انعام کے شکرانے میں۔

اِسی لئے اِسے ''دمِ شکر'' کہتے ہیں اور عوام اُسے قربانی کا نام دیتے ہیں، اگر اُس بال کاٹنے والی عورت کا حج قران یا تمتّع تھا تو اُس کے احرام کھولنے کا وقت ذبح کے بعد تھا اور اُس نے اس سے قبل دوسری عورت کے بال کاٹے تو اُس پر صدقہ لازم آئے گا، چنانچہ امام ابوالقاسم حسن بن منصور اُوزجندی حنفی لکھتے ہیں:

لو أخذَ المحرمَ شعرَ محرمٍ آخرَ، کان علیه الصّدقةُ (٣٩)

یعنی، ایک محرم نے دوسرے محرم کے بال لئے تو اُس (بال لینے والے) پر صدقہ ہے۔

اور علامہ نظام حنفی متوفی ١١٦١ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

٣٨ـ فتاویٰ قاضیخان، کتاب الحج، فصل: فی التمتّع، ١/١٨٦

الفتاویٰ الهندیة، کتاب المناسک، الباب السابع: فی القِران و التمتّع، ١/٣٠٣

٣٩ـ فتاویٰ قاضیخان، کتاب الحج، فصل: فیما یجب بلُبس إلخ، ١/١٨٦

حَلقَ رأسَ مُحرمٍ أو حَلالٍ و هو مُحرمٌ، عليه صدقةٌ (٤٠)

یعنی، مُحرم یا غیرمُحرم کے بال مونڈھے حالانکہ وہ خودمُحرم ہے تو اُس پر صدقہ ہے۔

اور اگر اُس بال کاٹنے والی عورت نے حجِ افراد کا احرام باندھا تھا تو اُس پر کچھ بھی لازم نہ آئے گا کیونکہ اُس پر قربانی واجب نہیں ہے اُس کے احرام کھولنے کا وقت جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد ہے وہ اُس نے کر لی، اب دونوں کے احرام کھولنے کا وقت تھا لہٰذا وہ اپنے بال خود بھی کاٹ سکتی تھی، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

إذا حَلقَ رأسَه عند جواز التّحلُّلِ لم يلزمهُ شَیءٌ، ملخصاً (٤١)

یعنی، جب مُحرم نے جوازِ تحلُّل کے وقت اپنا سر خود مونڈا تو اُس پر کچھ لازم نہیں۔

اور اپنے جیسی دوسری محرمہ کے بال کاٹ سکتی تھیں چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی "لباب المناسک" اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ اس کی "شرح" میں لکھتے ہیں:

إذا حَلَقَ أی: المُحرمُ رَأسَ غيرِه و لو كان مُحرماً، عند جواز التَّحلُّل أی: الخُروج من الإحرام بأداء أفعال النّسك، لم يَلزَمْهُ شَیءٌ، الأولیٰ لم يلزمها شَیءٌ (٤٢)

یعنی، جب ایک مُحرم نے دوسرے مُحرم کا سر جوازِ تحلُّل (یعنی احرام کھولنے) کے وقت مونڈا اگر دوسرا محرم ہو یعنی افعالِ نُسک ادا کر کے احرام سے نکلنے کے وقت مونڈا تو اُسے کچھ لازم نہیں۔ اَولیٰ یہ ہے کہ کہا

٤٠ـ الفتاوی الهندية، كتاب المناسك، الباب الثامن: فی الجنايات، الفصل الثالث: فی حلق الشعر و قَلم الأظفار، ٣٠٨/١

٤١ـ لُباب المناسك، باب مناسك منی، فصل فی الحلق و التّقصير، ص٢٥٣

٤٢ـ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسط، باب مناسك منی، فصل: فی الحلق و التقصير، ص٢٥٣

جائے کہ دونوں کو کچھ لازم نہیں۔

تو نتیجہ یہ نکلا کہ اگر قران یا تمتّع کا احرام تھا تو بال کاٹنے والی پر صدقہ (یعنی صدقہ فطر) لازم آیا اور اگر افراد کا احرام تھا تو کچھ بھی لازم نہ آیا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ١٦ذوالحجة ١٤٣٣ھ، یکم نوفمبر ٢٠١٢م 830-F

عورت کا ایک پورے سے کچھ کم بال کاٹنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ہمارے گروپ میں آنے والی خواتین میں سے ایک خاتون نے پاکستان سے آتے ہوئے جب عمرہ ادا کر کے بال کٹوائے تو سر کے بالوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور ایک تہائی بالوں میں سے ایک پورے سے کچھ کم بال کاٹے، اس طرح جب حج کے احرام سے فارغ ہونے کا وقت آیا تو بھی اتنے ہی بال کاٹے جب کہ اُس نے ایک پورے کی مقدار بال کاٹنے تھے، اب یہ عورت احرام سے فارغ قرار دی جائے گی یا نہیں؟

(السائل: حافظ محمد رضوان بن غلام حسین، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مذکورہ عورت احرام سے فارغ قرار دی جائے گی اور اس پر کچھ بھی لازم نہیں آئے گا کیونکہ حلق یا قصر میں واجب مقدار کم از کم چوتھائی سر ہے چنانچہ علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

و التَّقصيرُ أن يأخذَ الرّجلُ و المرأةُ من رُؤُوسِ الشَّعر رُبع الرّأسِ مقدارَ الأَنمِلَة، كذا فی "التبيين": قالوا: يجبُ أن يزيدَ فی التَّقصيرِ علی قَدرِ الأَنملة، إذ أطرافُ الشَّعرِ غيرُ مُتساويةٍ عادةً فَوَجَبَ أن يزيدَ علی قَدرِ الأَنمِلة حتی يستوفِی قَدرَ

الأنـمِـلَة فـی التَّـقـصیـرِ یـقـینـاً، کذا فی "غایة السّروجی شرح الهدایة" (٤٣)

یعنی، تقصیر یہ ہے کہ مرد اور عورت اپنے بالوں کے سِروں سے ایک پورے کی مقدار چوتھائی سر سے لیں، اسی طرح "التبییـــن" (٤٤) میں ہے کہ فقہاءکرام نے فرمایا، واجب ہے کہ تقصیر میں پورے کی مقدار سے زیادہ کرے، کیونکہ بالوں کے سِرے عادۃً برابر نہیں ہوتے، پس واجب ہوا کہ پورے کی مقدار سے زیادہ کرے تاکہ تقصیر میں پورے کی مقدار یقیناً پوری ہوجائے۔ اسی طرح "غـایة السّـروجـی شـرح الهدایه" میں ہے۔

اور علامہ عالم بن العلاء انصاری حنفی متوفی ٧٨٦ھ لکھتے ہیں:

و إن قَصرتُ بعضَ رأسِها و تَركتِ البعضَ أَجزَأها إذا كانت ما قَصرتُ مقدارَ رُبعَ الرَّأسِ فصاعداً (٤٥)

یعنی، عورت نے اگر سر کے کچھ حصے کا قصر کروایا اور کچھ کا چھوڑ دیا تو اُسے جائز ہوا جب کہ جو قصر کروایا ہے وہ سر کی چوتھائی کو پہنچ جائے۔

اور اگر چوتھائی سے کم ہوتو جائز نہیں ہے چنانچہ علامہ عالم بن العلاء لکھتے ہیں:

و إن كـانـتْ أقلَّ من ذلك لا يُجزِيها اعتباراً للتّقصيرِ فی حقِّها بالحَلقِ فی حقِّ الرِّجالِ (٤٦)

یعنی، اگر اس سے (یعنی چوتھائی سے) کم ہے تو اُسے جائز نہیں عورتوں کے حق میں تقصیر کا مردوں کے حق میں حلق کے ساتھ اعتبار کرتے ہوئے۔

٤٣۔ الفتاوی الهندیة، کتاب المناسك، الباب الخامس: فی کیفیة أداء الحج، ١/٢٩٥

٤٤۔ تبیین الحقائق، کتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: و الحلق أحب، ٢/٣٠٨

٤٥۔ الفتاویٰ التّاتارخانیة، کتاب الحجّ، الفصل رابع عشر: فی الحلق و القصر، ٢/٤٠٥

٤٦۔ الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب الحجّ، الفصل رابع عشر: فی الحلق و القصر، ٢/٤٠٥

مذکورہ عورت نے تقصیر میں ایک تہائی بال کاٹے جو یقیناً چوتھائی سے زیادہ ہیں، باقی رہا پورے کی مقدار تو فقہاءکرام نے لکھا ہے کہ پورے کی مقدار سے تھوڑا سا زیادہ کاٹنا واجب ہے، اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ عادۃً سر کے بال برابر نہیں ہوتے اسی لئے ہمارے ہاں عورتوں کو تقصیر کا طریقہ بتایا اور سکھایا جاتا ہے اُس میں ایک تہائی بالوں کو سرے سے انگلی کے گرد لپیٹ کر کاٹنا بتایا اور سکھایا جاتا ہے۔ اس میں دو فائدے ہیں ایک تو چوتھائی بالوں کا کاٹنا جو کہ واجب ہے وہ یقیناً حاصل ہو جاتا ہے اور انگلی کے گرد لپٹے ہوئے بال سیدھے کر کے ناپے جائیں تو تقریباً دو پورے کے برابر ہو جاتے ہیں جس میں واجب یقیناً ادا ہو جاتا ہے اور اگر عورت نے اگر ایسا ہی کیا تھا کہ انگلی کے گرد لپیٹ کر لپٹنے والے بالوں کے حصے سے کچھ کم کاٹے تھے اور قوی گمان بھی یہی ہے کیونکہ جس گروپ کی خاتون کے بابت سوال ہے اس نے جہاں حج کی تربیت حاصل کی جو کتاب اُسے دی گئی اس میں یہی طریقہ ہے۔ اور اگر خدانخواستہ اُس نے انگلی کے پورے سے بالوں کے سرے کو ناپ کر پورے سے کم بال کاٹے ہوں گے تو اس سے واجب ادا نہ ہوگا کیونکہ تقصیر یہی ہے کہ چوتھائی سر کے بال کم از کم ایک پورے کے برابر کاٹے جائیں چنانچہ علامہ حسن بن منصور اوزجندی نے "فتاویٰ قاضیخان" (٤٧) میں علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی نے "هدایه" (٤٨) کے اندر، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی نے "حیات القلوب" (٤٩) میں یہی لکھا ہے۔

اور علامہ اکمل الدین بابرتی حنفی متوفی ٧٨٦ھ لکھتے ہیں کہ

٤٧۔ و التَّـقـصیـرُ أن یـقطعَ من رُؤُوسِ الشَّعر قدرَ الأَنمِلَةِ، **یعنی،** تقصیر یہ ہے کہ بالوں کے سِروں سے پورے کی مقدار کاٹے جائیں (فتاویٰ قاضیخان، کتاب الحجّ، فصل فی کیفیة الحج، ١/١٨٠)

٤٨۔ و التَّـقصیرُ أن یأخذَ من رُؤُوس شَعرِهِ مقدارَ الأَنمِلَة، **یعنی،** اور تقصیر یہ ہے کہ اپنے بالوں سے ایک پورے کی مقدار لے (الهدایة، کتاب الحج، باب الإحرام، ١-٢/١٧٩، مع الفتح)

٤٩۔ اقل گرفتن مقدار سرانگشت است از طول موئے، **یعنی،** کم از کم لینا بالوں کی لمبائی سے انگلی کے سر کی مقدار ہے (حیاة القلوب، ص٢٠٦)

قیل: هذا التقدیرُ مرویٌّ عن ابن عمرَ و لم یُعلَم فیه خلاف (٥٠)

یعنی، کہا گیا ہے کہ (بال کاٹنے میں) یہ اندازہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور اس میں کوئی اختلاف معلوم نہیں ہے۔

لہٰذا اِس عورت سے معلوم کرلیا جائے کہ اُس نے بال کیسے کاٹے تھے اگر اِس طرح کاٹے کہ جس سے واجب ادا ہو گیا جیسا کہ ہم نے لکھا ہے تو فبہا ورنہ اس کا مسئلہ معلوم کرلیا جائے کہ بغیر معلوم کئے ہم اُس کی تفصیل بیان نہیں کر سکتے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ١٣ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ٢٩ اکتوبر ٢٠١٢م 831-F

متمتّع کا عمرہ ادا کر کے میقات سے باہر جانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص حج کے مہینوں میں کراچی آیا اور عمرہ ادا کر کے شیڈول کے مطابق مدینہ شریف چلا جاتا ہے پھر وہاں سے صرف حج کا احرام باندھ کر آتا ہے اور حج کرتا ہے تو اُس کا حج ''تمتع'' رہے گا یا نہیں؟

(السائل: حافظ محمد رضوان، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسؤلہ میں اُس کا حج ''حجِ تمتّع'' ہی رہے گا چنانچہ امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

و لو اعتَمَر کوفیٌّ فیها و أقام بمکّةَ أو ببصرةَ، و حجَّ، صَحَّ تمتُّعه (٥١)

یعنی، اگر کوفہ کے رہنے والے نے حج کے مہینوں میں عمرہ کیا اور مکہ میں ٹھہرا یا بصرہ میں اور حج کیا تو اُس کا تمتّع صحیح ہوا۔

٥٠۔ العنایة علی هامش الفتح، کتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: مقدار الأنملة، ٢/٣٨٦

٥١۔ کنز الدقائق، کتاب الحجّ، باب التمتّع، ص٢٩

اور علامہ قاضی فقیہ حسین بن محمد سعید بن عبدالغنی مکی حنفی متوفی ١٣٦٦ھ نقل کرتے ہیں:

إنّ مَن وَصَلَ إلی مکة من أهلِ المدینة و غیرهم کالحجّاج، و أحرم بعمرة فی أشهُرِ الحجّ و حَلَّ منها، ثم طلع إلی الطّائف للتّنزّهِ أو غیرِه، ثمّ أحرم بالحج منه و نَزَلَ علی عرفة: لا شَیْءَ علیه سوَی دم التَّمتُّعِ و به صرَّحَ فی "غایة البیان" فی باب التّمتّع (٥٢)

یعنی، بے شک اہلِ مدینہ وغیرہ آفاقی حاجیوں میں سے مکہ مکرمہ پہنچا اور اُس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا اور (عمرہ ادا کر کے) اُس سے فارغ ہوا پھر سیر وتفریح یا کسی اور کام سے طائف گیا۔ پھر وہاں سے حج کا احرام باندھا اور عرفات آ کر پہنچا تو اُس پر کچھ نہیں سوائے دمِ تمتّع کے اور "غایة البیان" کے باب التمتّع میں اسی کی تصریح کی ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ٤ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ٢٠ اکتوبر ٢٠١٢م 824-F

منیٰ کی راتیں مکہ میں گزارنے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کچھ لوگ جب مزدلفہ سے آتے ہیں رمی کے بعد قربانی کے بعد، یا قربانی کے بعد، یا قربانی کا انتظار کئے بغیر مکہ مکرمہ چلے جاتے ہیں اور وہیں رہتے ہیں، صرف رمی کے لئے منیٰ آتے ہیں پھر چلے جاتے ہیں اور اس طرح کرنے والوں میں ایسے لوگ بھی شامل ہوتے ہیں جو بظاہر بڑے دیندار نظر آتے ہیں اور بعض علم والے کہلاتے ہیں۔ اب شرع مطہرہ میں ایسے لوگوں کے لئے

٥٢۔ إرشاد الساری إلی مناسك ملا علی القاری، باب التمتّع، فصل: فی تمتع المکی، تحت قوله: فمن تمتّع منهم إلخ، ص ٣٠٧، دار الکتب العلمیة، و ص ٣٩١ المکتبة الإمدادیة

کیا حکم ہے؟

(السائل: عبداللہ، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسؤلہ میں ایسے لوگ سنّت مؤکّدہ کا خلاف کرکے اسائت کے مرتکب ہوتے ہیں چنانچہ امام شمس الدین ابوبکر محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں:

قال: و إنّ الذی أتی مكّةَ لطوافِ الزّیارةِ باتَ بها فنَامَ مُتعمّداً أو فی الطّریق فقد أساءَ، و لیس علیه شیئٌ إلّا الإساءةَ، لِمَا روی أن عمرَ رضی الله عنه كان یؤدّبُ النّاس علی تَركِ المَقامِ بمنًی فی لیالی الرَّمی، و لكن لیس علیه شیئٌ عندنا (٥٣)

یعنی، بے شک وہ جو مکہ مکرمہ طواف زیارت کے لئے آئے وہیں رات گزارے، وہیں یا راستے میں جان بوجھ کر سوجائے تو اُس نے اسائت کی اور اُس پر کچھ نہیں ہے سوائے اسائت کے، اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ لوگوں کو رمی کی راتیں منیٰ میں قیام ترک کرنے (یعنی قیام نہ کرنے) پر تادیب کرتے ہیں، لیکن ہمارے نزدیک اُس شخص پر کچھ (دَم یا صدقہ) لازم نہیں ہے (سوائے اسائت کے)۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ١٤ شوال المكرّم ١٤٣٤ھ، ٢٢ اغسطس ٢٠١٣ م 857-F

قارن پر کب دو جزائیں لازم آتی ہیں؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ قارن پر کب دو جزائیں لازم آتی ہیں اور کب ایک جزاء لازم آتی ہے، اس کے لئے اصول کیا ہے؟

(السائل: محمد عرفان احمد)

٥٣۔ المبسوط للسّرخسی، كتاب المناسك قبل باب القران، ٢/٤/٢٢

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسؤلہ میں اصول یہ ہے کہ وہ جنایت جو احرام سے متعلق ہو اس میں قارن پر دو جزائیں اور وہ افعال جو حج وعمرہ سے متعلق ہوں اس میں ایک جزاء لازم آتی ہے، چنانچہ علامہ محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

كل ما علی المفرد به دمٌ بسبب جنایته علی إحرامه فعلی القارن دمان و كذا الحكم فی الصدقة (٥٤)

یعنی، جس قصور میں تنہا حج کرنے والے پر ایک دَم واجب ہوتا ہے بسبب اُس کے احرام پر جنایت کے تو اس فعل میں قارن پر دو دَم واجب ہوتے ہیں (ایک حج کا اور دوسرا عمرہ کا) ایسا ہی حکم ہے وجوب صدقہ میں۔

اس کے تحت علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

یعنی بفعل شیءٍ من محظوراته لا مطلقاً، إذ لو ترك واجباً عن واجبات الحج أو قطع نبات الحرم لم یتعدّد الجزاء، لأنه لیس جنایة علی الإحرام (٥٥)

یعنی، جنایت احرام سے اُس چیز کا کرنا مراد ہے جو احرام کے ممنوعات سے ہے نہ کہ مطلقاً (ہر طرح کی جنایت) کیونکہ اگر تنہا حج کرنے والا کوئی واجب فعل حج کے واجبات سے ترک کرے یا حرم کی گھاس کاٹے تو اُس پر جزاء متعدّد نہیں ہوگی (یعنی دو دَم لازم نہیں آئیں گے) اس لئے کہ جنایت احرام پر نہیں۔

اور وہ کون سی چیزیں ہیں کہ جن میں ایک دَم اور دو دَم لازم آتے ہیں اس کے بارے

٥٤۔ تنویر الأبصار، كتاب الحجّ، باب الجنایات، ص ١٧٠

٥٥۔ الدرّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قول التنویر: و كل ما علی ...... علی إحرامه، ص ١٧٠

میں علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أی: محظورات الإحرام، أی: ما حرم علیه فعله بسبب نفس الإحرام لا من حیث کونه حجًا أو عمرة، و لا حرم بسبب غیر الإحرام و ذلك کاللبس و التطیب و إزالة شعر أو ظفر، فخرج ما لو ترك واجباً، کما لو ترك السعی أو الرمی أو أفاض قبل الإمام أو طاف جنباً أو محدّثاً للحجّ أو العمرة فإن علیه الکفارة، و لا تتعدّد علی القارن لأن ذلك لیس جنایة علی الإحرام، بل هو ترك واجب من واجبات الحجّ أو العمرة (٥٦)

یعنی، محظورات احرام یعنی جس کام کا کرنا اُس پر نفسِ احرام کے سبب سے حرام ہے نہ اس وجہ سے کہ وہ حج یا عمرہ ہے اور نہ غیر احرام (کسی امر) کے سبب سے حرام ہوا اور وہ (جو احرام کے سبب سے حرام ہیں) سلے ہوئے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، بال دُور کرنا، ناخن تراشنا ہے پس اس سے نکل گیا جب اُس نے کسی واجب کو ترک کیا، جیسا کہ اگر سعی یا رمی کو چھوڑ دے یا امام سے قبل (عرفات سے) لوٹ آئے اور حالتِ جنابت میں یا بے وضو حج یا عمرہ کا طواف کرے تو اُس پر کفارہ ہے جو قارن پر متعدد نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ جنابت احرام پر نہیں ہے بلکہ وہ تو واجبات حج یا عمرہ میں سے ایک واجب کو ترک کرنا ہے۔

اور بغیر احرام کے میقات سے گزرنے کی صورت میں قارن پر صرف ایک دَم لازم آئے گا، چنانچہ علامہ تمرتاشی حنفی اور علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

إلّا المجاوزةَ المیقات غیر محرم فعلیه دَمٌ واحدٌ لأنّه حینئذٍ

٥٦ـ ردّ المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، مطلب: لا یجب الضّمان بکسر آلات اللّهو، ٢/٧٠١، ٧٠٢

لیس بقارنٍ (٥٧)

یعنی، مگر میقات سے بغیر احرام کے گزرنے میں تو اس پر ایک دَم لازم ہے کیونکہ اس وقت میں وہ قارن نہیں ہوا (اس لئے کہ اُس نے اس وقت تک احرام نہیں باندھا)۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٩ ذی قعده ١٤٣٤ھ، ١٦ سبتمبر ٢٠١٣م F-866

مقیم عارضی پر قربانی

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا مقیم عارضی پر عید کی قربانی واجب ہے جب کہ وجوب کی دیگر شرطیں اس میں پائی جاتی ہوں؟

(السائل: حافظ عامر قادری)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: قربانی کے وُجوب کی شرطوں میں سے یک شرط مقیم ہونا ہے جیسا کہ امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

و الأضحیّةُ واجبةٌ فی قولِ أبی حنیفةَ علی المُقِیمِینَ الوَاجِدِینَ مِن أهلِ الأمصَارِ و غَیرِهِم (٥٨)

یعنی، امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے قول کے مطابق قربانی اہل شہر وغیرہم پر واجب ہے جو مقیم ہوں۔

اور امام شمس الدین ابو بکر محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں:

وهی واجبةٌ علی المَیَاسِرِ، و المُقِیمِینَ عندنا (٥٩)

یعنی، ہمارے نزدیک قربانی تونگروں اور مقیموں پر واجب ہے۔

٥٧ـ تنویر الأبصار و الدّرّ المختار، کتاب الحجّ، باب الجنایات، ص ١٧٠

٥٨ـ مختصر الطّحاوی مع شرحه للرّازی، کتاب الضّحایا، ٣٠٥/٧

٥٩ـ المبسوط للسّرخسی، کتاب الذّبائح، باب الأضحیّة، ٨/١٢/٦

اورعلامہ ابوالحسین احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

الأُضحيّةُ واجبةٌ على كلِّ حُرٍّ مُسلمٍ مُقيمٍ (٦٠)

یعنی، قربانی واجب ہے ہر آزاد، مسلمان، مقیم پر۔

اورعلامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

تجبُ على مُسلمٍ مُوسرٍ مُقيمٍ (٦١)

یعنی، قربانی واجب ہے مسلمان، تونگر، مقیم پر۔

اورعلامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و هى واجبةٌ على كُلِّ مُسلمٍ مُقيمٍ مُوسرٍ (٦٢)

یعنی، قربانی ہر مسلمان مقیم تونگر پر واجب ہے۔

اور یہ امام ابوحنیفہ، محمد بن حسن، حسن بن زیاد، زفر کا قول اور امام ابو یوسف سے ایک روایت ہے اور اہلِ تصحیح محبوبی، نسفی وغیرہما نے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے قول پر ہی اعتماد کیا ہے۔(٦٣)

اسی لئے مسافر پر قربانی واجب نہیں چنانچہ امام طحاوی لکھتے ہیں:

و لا تجبُ على المُسافِرِينَ (٦٤)

یعنی، (امام اعظم کے قول کے مطابق) مسافروں پر قربانی واجب نہیں ہے۔

اورعلامہ برہان الدین ابوالمعانی محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری حنفی متوفی ۶۱۶ھ

٦٠۔ مختصر القدوری، كتاب الأضحيّة، ص٢٠٨

٦١۔ كنز الدّقائق، كتاب الأضحيّة، ص١٢٢

٦٢۔ المختار الفتوى، كتاب الأضحيّة، ص٢٥٥

٦٣۔ التّصحيح و التّرجيح للعلامة قاسم، كتاب الأضحيّة، تحت قوله: الأضحيّة واجبةٌ إلخ، ص٤١٨

٦٤۔ مختصر الطّحاوى مع شرحه للرّازى، ٣١٥/٧

لکھتے ہیں:

و لا أُضحيّةَ على المُسافِرِ (٦٥)

یعنی، مسافروں پر قربانی نہیں ہے۔

اورعلامہ احمد بن سلیمان ابن کمال پاشا حنفی متوفی ۹۴۰ھ لکھتے ہیں:

لأنّها لا تَجبُ على المُسافرِ (٦٦)

یعنی، کیونکہ قربانی مسافر پر واجب نہیں ہے۔

اورعلامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و منها الإقامةُ فلا تجبُ على المُسافرِ (٦٧)

یعنی، شرائطِ وُجوب میں سے ایک شرط اِقامت ہے پس مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

اورصدر الشریعہ محمد امجد علی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

قربانی کے واجب ہونے کی شرائط یہ ہیں: ۱۔ اسلام، ۲۔ اقامت یعنی مقیم ہونا، مسافر پر واجب نہیں اِلخ۔ (درمختار وغیرہ)(٦٨)

اور قربانی کے مقیم پر واجب ہونے اور مسافر پر واجب نہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام ابوالحسین احمد بن محمد بغدادی قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

و لأنّ المقيمَ قد يَلزمه فرضٌ لا يلزمُ المُسافرِ كالجُمعةِ و تمام عَددِ الصّلاةِ و إتمام الصَّومِ فى رمضانَ، و الأضحيّةُ عبادةٌ بدنيّةٌ، لأنّ الواجبَ فيها إراقة الدّم، فجازَ أن يختصَّ بها

٦٥۔ المحيط البرهانى، كتاب الأضحيّة، الفصل الأول: بيان وجوب الأضحيّة، برقم:١٠٨٧، ٤٥٧/٨

٦٦۔ الإيضاح شرح الإصلاح، كتاب الأضحيّة، تحت قوله: غير مسافر، ٣٩٠/٢

٦٧۔ الفتاوىٰ الهنديّة، كتاب الأضحيّة، الباب الأوّل: فى تفسير ......إلخ، ٢٩٢/٥

٦٨۔ بہارشریعت، حصہ(۱۵)، قربانی کا بیان، ص۱۱۰

المقیمُ (۶۹)

یعنی، کیونکہ مقیم کو کبھی وہ فرض لازم ہوتے ہیں جو مسافر کو لازم نہیں ہوتے جیسے جمعہ اور نماز کی رکعتوں کی پوری تعداد اور رمضان میں روزے پورے کرنا، اور قربانی عبادت بدنیہ ہے، کیونکہ اس میں واجب خون بہانا ہے، پس جائز ہے کہ یہ مقیم کے ساتھ مختص ہو۔

اور مسافر پر سے قربانی کے وُجوب کا سقوط مقیم سے اس وجوب کے سقوط کی دلیل نہیں ہے، چنانچہ امام ابوبکر جصّاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

و لیس فی سُقوطِها عن المسافرینَ ما یدلُّ علی سُقوطِها عن المُقیمِینَ، لوُجُودِنا کثیراً من الفُروض یتعلّقُ وجوبُه بالمقیم دونَ المُسافرِ، منها الجُمعةُ، و الرّکعتان الأُخریان من الظُّهرِ، و تعیینُ فرضِ شهرِ رمضانَ، و صلاةُ العِیدَین، هذه کلُّها أمورٌ تلزَمُ المُقیمِینَ دونَ المسافِرینَ (۷۰)

یعنی، قربانی کے مسافروں سے ساقط ہونے میں وہ دلیل نہیں ہے جو اس کے مقیموں پر سے ساقط ہونے پر دلالت کرے، کیونکہ ہم بہت سے فرض پاتے ہیں کہ جن کا وُجوب مقیم سے متعلق ہے سوائے مسافر کے، اُن میں سے جمعہ ہے، ظہر (عصر اور عشاء) کی آخری دو رکعت ہیں، ماہِ رمضان کے فرض کا تعیین، اور نماز عیدین ہیں، یہ تمام اُمور مقیموں کو لازم ہیں نہ کہ مسافروں کو۔

اور قربانی کے وُجوب کے لئے پورے وقت مقیم رہنا شرط نہیں ہے چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں:

و لا تُشترطُ الإقامةُ فی جمیعِ الوقتِ حتی لو کان مُسافراً فی

۶۹ـ التّجرید، کتاب الأضاحی، وجوب الضّحیّة، برقم: ۳۱۱۲۵، ۱۲/۶۳۲۷

۷۰ـ شرح مختصر الطّحاوی، کتاب الضّحایا، الأدلّة علی وُجوب الأضحیّة، ۷/۳۱۸

أوّلِ الوقت، ثُمّ أَقامَ فی آخرِهِ تَجبُ علیه، و لو کان مُقیماً فی أوّلِ الوقت ثم سافرَ ثمّ أقامَ تجبُ علیه (۷۱)

یعنی، اور پورے وقت کی اقامت شرط نہیں حتی کہ اگر اول وقت میں مسافر ہو پھر اس کے آخر میں مقیم ہو گیا تو اس پر واجب ہے، اور اگر اول وقت میں مقیم ہو پھر مسافر ہو گیا پھر مقیم ہوا تو اُس پر قربانی واجب ہے۔

امام ابن مازہ بخاری حنفی متوفی ۶۱۶ھ نقل کرتے ہیں کہ

و فی "المنتقی" إذا اشتری شاةً ضحّی بها، فسَافرَ فی أیّامِ الأُضحیّةِ قبلَ أن یضُحّی بها، فله أن یَبَعها (۷۲)

یعنی، "منتقی" میں ہے کہ اگر قربانی کے لئے بکری خریدی، پھر ایام قربانی میں قربانی کرنے سے قبل مسافر ہو گیا تو اُس کے لئے جائز ہے کہ اُسے بیچ دے۔

اس عبارت کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أی: لا یَجبُ علیه ذلك (۷۳)

یعنی، اس کا مطلب ہے کہ اس پر یہ واجب نہیں ہے۔

اور علامہ نظام حنفی لکھتے ہیں:

هذا إذا سافر قبل أن یَشتری الأُضحیّةَ فإذا اشتری شاة للأُضحیّةِ ثم سافرَ ذکر فی "المنتقی" له أن یبیعهما و لا یُضحّی بها و کذا روی عن محمدٍ رحمه الله تعالیٰ أنه یَبیعُها، و مِن المَشائخِ مَن فصّلَ بَین المُوسرِ و المُعسرِ، فقال: إن کان

۷۱ـ الفتاویٰ الهندیة، کتاب الأضحیّة، الباب الأوّل: فی تفسیر ......إلخ، ۵/ ۲۹۲

۷۲ـ المحیط البرهانی، کتاب الأضحیة، الفصل الأول: بیان وجوب الأضحیة، برقم: ۱۰۷۸۷، ۸/۴۵۷، ۴۵۸

۷۳ـ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، کتاب الأضحیّة، تحت قول التّنویر: الإقامة، ۹/ ۵۲۰

مُوسِراً فالجوابُ كذلك، و إن كان مُعسراً يَنبغِي أن تَجبَ عليه و لا تَسقطَ عنه بالسَّفر و إن سافَرَ بعد دخولِ الوقتِ قالوا: ينبغي أن يكونَ الجوابُ كذلك (٧٤)

یعنی، یہ اُس وقت ہے جب قربانی خریدنے سے قبل سفر شروع کیا، پس اگر قربانی کے لئے بکری خرید لی پھر سفر شروع کیا تو ''منتقی'' میں ذِکر کیا کہ اس کے لئے جائز ہے وہ اُسے بیچ دے اور اس کی قربانی نہ کرے۔

اور اسی طرح امام محمد علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ وہ اُسے بیچ سکتا ہے، (٧٥) اور مشائخ میں سے بعض نے مالدار اور تنگدست میں فرق کیا ہے، تو فرمایا: اگر مالدار ہے تو وہی حکم ہے اور اگر تنگ دست ہے تو اُس پر واجب ہو جانا چاہئے اور اُس سے (قربانی) سفر کی وجہ سے ساقط نہ ہوگی اور اگر قربانی کا وقت شروع ہو جانے کے بعد سفر شروع کیا تو فرمایا: چاہئے کہ حکم وہی ہو۔

اور مسافر قربانی کرے تو اس کی قربانی نفل ہوگی چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی ''فتاوىٰ هنديه'' (٧٦) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مسافر پر قربانی واجب نہیں، اگر مسافر نے قربانی کی یہ تطوّع (نفل) ہے۔

اور ''رد المحتار'' (٧٧) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مسافر پر اگرچہ قربانی واجب نہیں مگر نفل کے طور پر یہ کر سکتا ہے ثواب پائے گا۔

اور حاجی پر قربانی کے وُجوب کے بارے میں عباراتِ فقہاء میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ مُحرِم پر قربانی واجب نہیں چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ١٠٨٨ھ لکھتے ہیں:

٧٤۔ الفتاویٰ الهندية، كتاب الأضحيّة، الباب الأولّ، ٥/٢٩٢

٧٥۔ اس کی علّت یہ ہے کہ وہ اس حال میں ہوگیا کہ جس پر سے قربانی ساقط ہو جائے۔ (المحيط البرهانی، ٨/٤٥٨)

٧٦۔ الفتاویٰ الهندية، كتاب الأضحيّة، الباب الأول فی تفسير...... إلخ، ٥/٢٩١، بلفظ: أمّا للتطوّع

٧٧۔ ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الأضحيّة، تحت قول التّنوير: الإقامة، ٩/٥٢٠

و قيل: لا تلزمُ المُحرِم " سراج" (٧٨)

یعنی، کہا گیا ہے کہ مُحرم پر قربانی کرنا لازم نہیں۔ ''سراج الوهاج'' (٧٩)

اور سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

و قيل، لا تَلزَمُ المُحرِمَ و إن كان من أهلِ مكة "جوهرة" عن "الخجندى" (٨٠)

یعنی، کہا گیا ہے کہ مُحرِم پر قربانی نہیں اگرچہ وہ مکہ کا رہنے والا ہو۔ "جوهرة" (٨١) عن "الخجندى"۔

اور یہ بھی ہے کہ حاجی پر قربانی لازم نہیں جب کہ وہ محرم ہو اور اہلِ مکہ پر قربانی واجب ہے (جب کہ وُجوب کی دیگر شرطیں پائی جائیں) چنانچہ علامہ شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی متوفی ٩٥٠ھ لکھتے ہیں:

فلا تجبُ على المسافِرِ و الحَاجِّ إذا كان مُحرماً و لو مِن أهل مكةَ كما فی "شرح الطّحاوی" لكن فی "المبسوط" إن على أهل مكة التَّضحيّةُ و إن حَجُّوا (٨٢)

یعنی، پس مسافر اور حاجی پر قربانی واجب نہیں جب کہ وہ مُحرم ہو اگرچہ وہ اہل مکہ سے ہو جیسا کہ ''شرح الطّحاوی'' میں ہے لیکن ''مبسوط'' میں ہے کہ اہلِ مکہ پر قربانی ہے اگرچہ وہ خود حج کریں۔

٧٨۔ الدُّرّ المختار، كتاب الأضحيّة، ص٦٤٥

٧٩۔ السّراج الوهّاج، كتاب الذبائح، باب الأضحية، تحت قول القدوری: على كل مسلم حر مقيم إلخ، وفيه: و ذكر الخجندى أنها لا تجب على الحاج إذا كان محرماً و إن كان من أهل مكة

٨٠۔ رَدُّ المحتار على الدُّرّ المختار: ٦/ ٣١٥

٨١۔ الجوهرة النيّرة، كتاب الأضحية، تحت قوله: على كل حر مسلم مقيم إلخ، ٢/٢٤١

٨٢۔ جامع الرّموز، كتاب التّضحيّة، ٢/٣٥٣

اور یہ بھی ہے کہ حاجی اور مسافر پر واجب نہیں، چنانچہ علامہ ابوبکر بن علی الحدادی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

و لا تَـجـبُ علی الحَاجِّ و المُسافرِ و أمَّا أهلُ مكةَ فإنّها تجبُ عليهم و إن حَجُّوا (۸۳)

یعنی، حاجی اور مسافر پر قربانی واجب نہیں، پس مگر اہلِ مکہ تو ان پر واجب ہے اگرچہ وہ حج کریں۔

اور "خجندی" سے نقل کرتے ہیں:

و فـی "الخجندی": لا تجبُ علی الحَاجِّ إذا كان مُحرماً و إن كان من أهلِ مكّةَ (۸٤)

یعنی، "خجندی" میں ہے کہ حاجی پر واجب نہیں جب کہ وہ محرم ہو اگرچہ اہل مکہ میں سے ہو۔

اور یہ بھی ہے کہ حاجی پر قربانی واجب نہیں، چنانچہ ملک العلماء علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

و ذكر فی "الأصل": و لا تجبُ الأضحيّةُ علی الحَاجّ (۸۵)

یعنی، "مبسوط" میں ذِکر کیا کہ حاجی پر قربانی واجب نہیں۔

اور فقہاء کرام کی حاجی سے مراد وہ حاجی ہے جو مسافر ہو چنانچہ امام شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں:

و فـی "الأصل" ذُكـر عـن إبـراهيـمَ قال: هی واجبةٌ علی أهلِ الأمـصـارِ مـا خَـلا الـحَـاجِّ و أرادَ بـأهـلِ الأمصَارِ المُقِيمِينَ و بـالـحَـاجِّ الـمُسـافِـرِينَ، فأمّا أهلُ مكّةَ فعليهم الأُضحيّةُ و إن

۸۳۔ الجَوهرةُ النيّرة، كتاب الأُضحيّة، ص۲٤۱
۸٤۔ الجَوهرةُ النّيّرة: ۲٤۱/۲
۸۵۔ البدائع الصّنائع: ۲۸۲/٦

حجُّوا (۸٦)

یعنی، کتاب "الأصـــل" میں ابراہیم سے ذِکر کیا گیا کہ آپ نے فرمایا قربانی اہلِ شہر پر واجب ہے سوائے حجاج کے، انہوں نے اہلِ شہر سے مراد مقیم اور حجاج سے مراد مسافروں کو لیا ہے، مگر اہلِ مکہ تو اُن پر قربانی لازم ہے اگرچہ حج کریں۔

اور علامہ کاسانی اور اُن سے علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰٦۹ھ اور علامہ سید محمد ابوالسعود حنفی نقل کرتے ہیں:

و أرادَ بـالحَاجّ المسافرَ، فأمّا أهلُ مكّةَ فتجبُ عليهم الأُضحيّةُ و إن حَجُّوا (۸۷)

یعنی، اور حاجی سے مراد مسافر ہے مگر اہلِ مکہ تو ان پر قربانی واجب ہے اگرچہ وہ حج کریں۔

اور السید ثابت ابی المعانی النمنکانی متوفی ۱۳۴٦ھ کے "فتاویٰ" میں ہے:

مسئلة: (تنبيه) ذُكِرَ فی "الأصلِ": أنه لا تجبُ الأضحيّةُ علی الحَاجِّ، قال فی "البدائع"، و"مبسوط السّرخسی": و أرادَ بالحاجِّ المُسافر، و أمّا أهلُ مكّةَ فتَجبُ عليهم الأُضحيّةُ و إن حجُّوا اهـ۔ قال "الشّرنبلالی" فما فی "الخجندی": أنّها لا تَجبُ علی الحَاجِّ إذا كان مُحرماً، وإن كان مِن أهلِ مكّةَ يُحمل علی إطلاق الأصلِ، و يُحملُ كما حُمِلَ علی المُسَافِرِ (۸۸)

۸٦۔ المبسوط للسرخسی، كتاب الذّبائح، باب الأضحيّة، ۱۷/۱۲/٦
۸۷۔ بدائع الصَّنائع، كتاب التّضحيّة، فصل فی شرائط الوجوب، ۲۸۲/٦۔ و غُنية ذوی الأحكام فی بغية درر الحكّام، كتاب الأضحيّة، تحت قوله: و شرائطها الإسلام و الإقامة، ۲٦۵/۱۔ و فتح المعين علی شرح الكنز لملّا مسكين، كتاب الأضحيّة، تحت قوله: مقيم، ص۲۷۷
۸۸۔ فتح الرحمانی فی فتاوی السيد ثابت أبی المعانی: ۲۲٦/۱

یعنی، مسئلہ: (تنبیہ) "الاصـــل" (یعنی مبسوط) میں ذکر کیا کہ حاجی پر قربانی واجب نہیں، "بدائع" اور "مبسوط السرخسی" میں فرمایا: امام محمد علیہ الرحمہ نے حاجی سے مراد مسافر حاجی کو لیا ہے، اور اہلِ مکہ تو اُن پر قربانی واجب ہے اگرچہ وہ حج کریں اھ۔ شرنبلالی نے فرمایا جو "خجندی" میں ہے: حاجی پر واجب نہیں جب کہ وہ مُحرم ہو، اور اگر اہلِ مکہ میں سے ہو تو اصل کے اطلاق پر محمول کیا جائے گا جیسا کہ (حاجی کو) مسافر پر محمول کیا گیا۔

اور صحیح یہ ہے کہ حاجی مسافر ہو تو اس پر قربانی واجب نہیں، چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فَـلَا تـجـبُ عـلـی حـاجّ مسافرٍ: فأمّا أهلُ مكّةَ فتلزَمُهم و إن حجُّوا (۸۹)

یعنی، پس حاجی مسافر پر واجب نہیں، مگر اہل مکہ تو ان کو قربانی کرنا لازم ہے اگرچہ وہ حج کریں۔

اور سید ثابت ابی المعانی لکھتے ہیں:

و أما الأضحيّةُ، فإن كان مُسافراً فلا يَجبُ عليه و إلا كالمكِيّ فتَجبُ كما في "البحر" (۹۰)

یعنی، "غنیة الناسك" (ص ۱۱٤) کے "باب کیفیة اداء التمتع المسنون" میں ہے: مگر قربانی پس اگر مسافر ہے تو اس پر واجب نہیں ورنہ مکی کی مثل پر واجب ہے جیسا کہ "بحر الرائق" میں ہے۔ ردالمحتار کے مسائل رمی، ذبح اور حلق سے ماخوذ۔

۸۹۔ الدُّرّ المختار، کتاب الأضحيّة، ص٤٦٥

۹۰۔ فتح الرّحمانی فی فتاوی السّید ثابت أبی المعانی، کتاب الحجّ، ۲۲٦/۱

حقیقت یہ ہے کہ قربانی کے وجوب میں اعتبار حاجی اور غیر حاجی کا نہیں، مسافر اور مقیم کا ہے اس لئے مسافر ہے تو واجب نہیں، مقیم ہے تو واجب ہے اگرچہ وہ حاجی ہو، چنانچہ امام اہلسنّت امام احمد رضا حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں کہ

اب قربانی میں مشغول ہو یہ وہ قربانی نہیں جو عید میں ہوتی ہے کہ وہ تو مسافر پر اصلاً نہیں، اور مقیم مالدار پر واجب ہے اگرچہ حج میں ہو الخ (۹۱)

امام اہلسنّت کی مندرجہ عبارت میں صراحۃً مذکور ہے کہ حاجی مسافر ہو تو اس پر عید کی قربانی واجب نہیں اور اگر مقیم ہو تو واجب ہے۔

صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

مسافر پر اگرچہ واجب نہیں مگر نفل کے طور پر کرسکتا ہے ثواب پائے گا، حج کرنے والے جو مسافر ہوں اُن پر قربانی واجب نہیں اور مقیم ہوں تو واجب ہے جیسے کہ مکہ کے رہنے والے حج کریں تو چونکہ یہ مسافر نہیں ان پر واجب ہوگی (۹۲)

فقہاء کرام نے اس مسئلہ لکھنے کے بعد جو مثال ذِکر کی اس سے بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ جو حاجی مکہ کا رہنے والا ہو اُس پر قربانی واجب ہے جب وہ مالدار ہو اور جو حاجی مکہ کے رہنے والا نہ ہو اس پر واجب نہیں۔ اس طرح ایک نئی اصطلاح مقیم مستقل اور مقیم عارضی نے جنم لیا اور انہوں نے اس حاجی پر جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو اور اُس نے مکہ میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرلی ہو نماز تو پوری لازم کی مگر قربانی کے بارے میں کہا کہ اُس پر قربانی واجب نہیں حالانکہ مقیم عارضی اور مقیم مستقل کے مابین نماز اور قربانی وغیرہا کے احکام میں کوئی فرق نہیں ہے جیسا کہ فقہ حنفی سے شغف رکھنے والے پر مخفی نہیں ہے۔

اور آفاقی اگر سفر میں استطاعت نہیں رکھتا تو اُسے چاہئے اپنے وطن میں کسی کو اپنی قربانی کا وکیل بنائے تاکہ وہ اس کی طرف قربانی کردے اور اگر ایسا بھی نہیں کرنا تو اُسے چاہئے کہ وہ

۹۱۔ انوار البشارہ، ....

۹۲۔ بہارِ شریعت، حصہ (۱۵)، قربانی کا بیان، ص ۱۱۰

اِن ایام میں اقامت کی نیت ہی نہ کرے اور اگر کر چکا ہے تو ان ایام سے قبل مدّت سفر کے قصد سے مکہ مکرمہ سے چلا جائے اور مدت سفر کا قصد ضروری ہے اس سے کم کا قصد ہوگا تو مسافر نہ ہوگا چنانچہ علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

لأن الإقامةَ أصلٌ إلّا إذا قَصَدُوا مَوضِعاً بينهما مدةُ سفرٍ فيَقْصرونَ...... ، و إلا لا (۹۳)

یعنی، کیونکہ اقامت اصل ہے مگر یہ کہ وہ ایسی جگہ کا قصد کریں کہ جن کے مابین مدت سفر ہو تو وہ قصر کریں گے۔

اور ایام حج سے قبل واپس آجائے تو اس طرح اس کی اب مکہ میں اقامت کی نیت درست نہ ہوگی اور اس پر قربانی واجب نہ ہوگی، کیونکہ وہ منیٰ روانگی سے دس روز قبل بھی آتا ہے تو نیت اقامت درست نہ ہوگی اس لئے کہ اُسے پندرہ روز سے قبل مکہ مکرمہ چھوڑ کر منیٰ روانہ ہونا ہے چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ اور علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

فلَو دَخَلَ الحاجّ مكّة أيَام العَشر لم تصح نيتُه لأنّه يخرج إلى منى و عَرَفَةَ فصار كنيَّة الإقامةِ فی غير موضعها (۹۴)

یعنی، پس اگر حاجی ذوالحجہ کے دس دنوں میں مکہ میں داخل ہوا تو اس کی نیت (اقامت) درست نہیں کیونکہ وہ منیٰ اور عرفات کو نکلے گا، پس ہوگئی اقامت کی نیت اپنی جگہ کے غیر میں۔

اور کچھ لوگ جدہ چلے جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم اب مسافر ہوگئے حالانکہ وہ اگر مکہ مکرمہ میں مقیم تھے تو جدہ جانے سے مقیم ہی رہے کیونکہ جدہ سے مکہ مکرمہ کا عام راستہ جو اس وقت آمد و رفت کے لئے زیادہ استعمال ہوتا ہے اس کے اعتبار سے جدہ مدت سفر نہیں بنتا اور

۹۳۔ الدّر المختار، کتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، ص۱۰۶

۹۴۔ البحر الرائق شرح كنز الدّقائق، كتاب الصلاة، باب المسافر، تحت قوله: لا بمكة و منى، ۲۳۲/۲۔ الدّرّ المختار شرح تنوير الأبصار، كتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، تحت قوله: بموضعين مستقلّين إلخ، ص۱۰۶ و اللّفظ له

اگر طائف یا مدینہ منورہ چلے جائیں تو مسافر ہوجائیں گے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ٦ ذی القعدة ١٤٢٧ھ، ٢٨ نوفمبر ٢٠٠٦ م F-265

اونٹ یا گائے میں شریک افراد کی جہاتِ مختلفہ

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ چند افراد کہ جن پر دَم لازم تھے مل کر ایک اونٹ یا گائے ذبح کر سکتے ہیں یا نہیں اور اگر چار افراد نے مل کر ایک گائے یا ایک اونٹ خریدا اور ایک کے دو دَم تھے دوسرے کے بھی دو اور تیسرے اور چوتھے کا ایک ایک دَم تھا، چوتھے شخص نے کہا کہ میرا ایک دَم ہے اور ایک حصہ میں اللہ کی رضا کے لئے کرتا ہوں تو یہ صورت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، از مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: چند افراد مل کر دَم دینے کے لئے اونٹ یا گائے ذبح کر سکتے ہیں چنانچہ حدیث شریف ہے:

"البَدَنَةُ عَنْ سَبْعَةٍ وَ البَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ" ورد ذلك فی حديثِ جابرٍ (۹۵)، و ابن عباس و ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنهم

یعنی، اونٹ سات کی طرف سے اور گائے سات کی طرف سے۔

اور دوسری صورت جائز ہے جب کہ کسی کا گوشت کھانے کا ارادہ نہ ہو یعنی چھ دَم اور

۹۵۔ حديثُ جابرٍ أخرجه مسلم فی "صحيحه" (صحيح مسلم، كتاب الحجّ، باب الإشتراك فی الهدی و إجزاء البقرة إلخ، برقم: ۳۱٦۱٤/۳۵۰۔ (۱۳۱۸)، ص٦۰۸) و أبو داؤد فی "سننه" (سُنَن أبی داؤد، كتاب الضّحايا، باب فی البقرة و الجزور، عن كم تجزی؟ برقم: ۲۸۰۹، ۱٦٤/۳) و الترمذی فی "سننه" (سُنَن التّرمذی، كتاب الأضاحی، باب ما جاء فی الاشتراك فی البدنة، برقم: ۱۵۰۲، ٤٤۷/۲) و ابن ماجة فی "سننه" (سُنَن ابن ماجة، كتاب الأضاحی، باب عن كم تُجزئُ البدنة و البقرة، برقم: ۳۱۳۲، ۵۳٦/۳)

ساتو اس حصہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہی ہو، چنانچہ علامہ ابو منصور کرمانی لکھتے ہیں:

و لو اشترك جماعةٌ فی بدنةٍ أو بقرةٍ يريدون القربةَ أجزأهم، سواء اختلفتُ بهم الجهاتُ، أو اتحدتُ، بأن يذبحَ واحدٌ عن تمتّعٍ و الآخر إحصارٍ و غير ذلك من القُرَبِ، فإن كان أحدُهم يُريدُ اللّحمَ، أو كان ذِمياً يُريدُ القُربة لم يجز عن أحدٍ منهم (٩٦)

یعنی، اگر ایک جماعت اونٹ یا گائے میں شریک ہوئی سب قُربت اِلَی اللہ کا ارادہ رکھتے ہیں تو اُن کو جائز ہے چاہے ان کی جہات مختلف ہوں یا متحد، اس طرح کہ ایک حجِ تمتّع کی طرف سے ذبح کرتا ہے دوسرا دَم احصار اور اس کے علاوہ اور قربتین (٩٧) پس اگر اُن میں سے کوئی ایک گوشت کا ارادہ رکھتا ہے یا ذمی کافر ہے جو قُربت چاہتا ہے تو اُن میں سے کسی کی طرف سے بھی جائز نہیں ہوگا۔ (٩٨)

لہٰذا اِس طرح کرنے سے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے سب کے دَم ادا ہو جائیں گے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

یوم السبت، ١٨ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ٣ نوفمبر ٢٠١٢ م 823-F

حجِ قِران یا تمتّع میں جو جانور ذبح کیا جاتا ہے کیا اُس سے قربانی ادا ہو جاتی ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اگر کوئی

٩٦۔ المسالك فی المناسك، فصل فيما يجزى و ما لا يجزى بالأسنان، ٢/٩٩٤

٩٧۔ المبسوط (كتاب الذبائح، باب الأضحية، ١١/١٢/٦)، و البدائع الصنائع (بدائع الصّنائع، كتاب التّضحية، فصل فی شروط جواز إقامة الواجب، ٣٠٦/٦)

٩٨۔ الجامع الصّغير، كتاب الذبائح، ص٢٣١۔ و بداية المبتدى، كتاب الأضحية، ٣٥٦/٤-٣۔ البحر الرائق، كتاب الأضحية، تحت قوله: و إن مات أحد إلخ، ٣٢٥/٨

شخص یہ کہے کہ حج میں تمتّع یا قِران کی ہدی سے قربانی کا وجوب ادا ہو جاتا ہے جیسا کہ عوم النّاس بھی تمتّع اور قران کے دمِ شکر کو قربانی کا ہی نام دیتے ہیں؟

(السائل: محمد عرفان المانی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اس سوال کے جواب میں امام ابوبکر جصّاص رازی حنفی متوفی ٣٧٠ھ لکھتے ہیں:

ليس هديُ القِرانِ هو الأضحيّة، و الدّليل عليه: أنّ مُضيَّ أيام النّحرِ يمنع صحةَ الأضحيّة، و لا يمنعُ صحةَ هدى التّمتُّعِ، و لو كانت هى الأضحيّة، لتعلّقتُ بالوقتِ لأنّ الأضحيّةَ مخصوصةٌ بوقتٍ لا يصحُّ فعلُها فی غيره (٩٩)

یعنی، ہدیِ قِران وہ قربانی نہیں ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ بے شک ایام نحر کا گزر جانا صحتِ قربانی تو مانع ہے اور صحتِ ہدیِ تمتّع کو مانع نہیں ہے، اگر یہ (یعنی ہدی قران یا ہدی تمتّع) قربانی ہوتی تو وقت سے متعلق ہوتی، کیونکہ قربانی وقت کے ساتھ مخصوص ہے جس کا اس وقت کے غیر میں کرنا درست نہیں ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ حاجی متمتّع یا قارن جو جانور دَم شکر کے طور پر ذبح کرتا ہے وہ قربانی نہیں ہے اور اس سے قربانی کا وجوب ادا نہیں ہوگا۔

والله تعالى أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ١٥ شوال المكرّم ١٤٣٤ھ، ٢٣ اغسطس ٢٠١٣ م 859-F

مُحصِر صرف ذبح کروانے سے احرام سے باہر ہو جائے گا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ مُحصِر بالحج اگر جانور ذبح کروادے تو صرف ذبح سے ہی احرام سے باہر ہو جائے گا یا اس کے لئے حلق

٩٩۔ شرح مختصر الطّحاوی، كتاب الضحايا، الأدلة على وجوب الأضحيّة، ٣١٩/٧

کروانا ضروری ہوگا؟

(السائل: سید محمد طاہر نعیمی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسؤلہ میں محصر کے احرام سے باہر آنے کے لئے ذبح کافی ہے حلق ضروری نہیں ہے چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں کہ

ولأن الحلقُ من أسبابِ التّحلُّلِ، و كذا الذّبحُ حتى يتحلَّلَ به المحصر (۱۰۰)

یعنی، کیونکہ حلق اسبابِ تحلُّل سے ہے اسی طرح ذبح (بھی اسبابِ تحلُّل سے ہے) یہاں تک کہ اس (ذبح) سے محصر احرام سے باہر آجاتا ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۹ ذی قعده ۱۴۳۴ھ، ۱۶ سبتمبر ۲۰۱۳ م 864-F

مکی کا عمرہ میں حلق سے قبل حج کا احرام باندھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ زید جو کہ مکہ مکرمہ میں مقیم ہے اُس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا پھر عمرہ کا طواف اور سعی کی حلق نہ کیا تھا کہ اُسی احرام کے ساتھ اُس نے حج کی تلبیہ کہی اور حج بھی کر لیا، اب اِس صورت میں اُس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ایسے مکی کے لئے جو عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد اُس کے افعال شروع کر دے پھر حج کا احرام باندھ لے، شرع کا حکم یہ ہے کہ وہ حج کو چھوڑ دے اور عمرہ اور حج کی قضاء کرے اور حج کے چھوڑنے کا دم بھی چنانچہ امام ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

۱۰۰۔ الهداية، باب الإحرام، تحت قوله ثم يذبح إن أحب ۱۔۲/۱۷۹

قال أبو حنيفةَ رحمه الله: إذا أحرَمَ المكيُّ بعُمرة و طافَ لها شَوطاً ثم أحرَمَ بالحجّ، فإنّه يَرفُضُ الحجَّ و عليه لرَفضِهِ دمٌ و عليه حجّةٌ و عمرةٌ (۱۰۱)

یعنی، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب مکی نے عمرہ کا احرام باندھا اور اُس کے طواف کا ایک پھیرا دے لیا، پھر حج کا احرام باندھا تو وہ حج کو چھوڑ دے اور اُس پر حج کو چھوڑنے کا دَم اور ایک عمرہ اور حج (کی قضاء) لازم ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

أمّا حكم المكيُّ و مَن بمَعناهُ إذا أدخَلَ الحجَّ على العُمرةِ إن كان بعدَ طَافَ أكثَرَهُ فيرفُضُ حَجَّه (۱۰۲)

یعنی، مگر مکی نے اور وہ جو اُس کے معنی میں ہے جب حج کو عمرہ پر داخل کیا، اگر اُس نے عمرہ کا اکثر طواف ادا کرنے کے بعد ایسا کیا تو حج کو چھوڑ دے۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

أی اتفاقاً، و عليه دمٌ (۱۰۳)

یعنی، بالاتفاق اُسے حج چھوڑنا ہوگا اور اُس پر حج چھوڑنے کا دَم لازم ہوگا۔

اور اس صورت اُس پر دَم کے ساتھ حج اور عمرہ کی قضاء بھی لازم ہوگی چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

كُلُّ مَن لَزِمَه رَفضُ الحجّةِ فی البابَين فعليه لرفضِها دمٌ و قضاء

۱۰۱۔ بداية المبتدی، كتاب الحجّ، باب إضافة الإحرام إلى الإحرام، ۱۔۲/۲۱۱

۱۰۲۔ لُباب المناسك مع شرحه، باب إضافة أحد النّسكين، ص۳۲۶ (ص۴۱۶، ۴۱۷)

۱۰۳۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، ص۳۲۶ (ص۴۱۶، ۴۱۷)

حجّةٍ و عمرةٍ (١٠٤)

یعنی، ہر شخص کہ جس پر دونوں بابوں (١٠٥) میں حج کو چھوڑنا لازم ہوا تو اُس پر حج چھوڑنے کا دَم اور حج وعمرہ کی قضاء لازم ہوگی۔

اور اگر وہ نہیں چھوڑتا بلکہ ادا کر لیتا ہے جیسا کہ سوال میں ذِکر کردہ شخص نے کیا تو اُس پر ایک دَم لازم ہوگا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و کلُّ مَن لزِمَه الرَّفضُ فلم یَرفُض فعلیه دمُ الجَمعِ (١٠٦)

یعنی، اور ہر شخص کہ جسے (حج یا عمرہ کو) چھوڑنا لازم تھا اور اُس نے نہ چھوڑا تو اُس پر حج وعمرہ کو جمع کرنے کا دَم لازم ہوگا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ٢٤ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ٩ نوفمبر ٢٠١٢م 811-F

طوافِ زیارت کے بعد حلق سے قبل ہمبستری کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ حاجی اگر وقوفِ عرفہ سے قبل ہمبستری کرے تو اس کا حج فاسد ہو جائے گا اور اگر وقوف کے بعد حلق سے قبل ایسا کرے تو اُس پر بدنہ لازم آئے گا اور اگر حلق کے بعد طوافِ زیارت سے قبل ایسا کر لے تو اُس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حاجی اگر حلق کروانے کے بعد طوافِ زیارت سے قبل جماع کر لے تو اُس پر بکری کی قربانی لازم آئے گی اور اُس کا حج فاسد نہ ہوگا چنانچہ علامہ ابوالحسین احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

١٠٤۔ لُباب المناسك، باب إضافة أحد النّسکین، فصل: أی فی القضایا الکلیة، ص٣٢٨ (ص٤١٩)

١٠٥۔ یعنی باب الجمع بین النّسکین و باب إضافة الإحرام إلی الإحرام

١٠٦۔ لُباب المناسك، باب إضافة النسکین، فصل: أی فی القضایا الکلیة إلخ، ص٣٢٨ (ص٤١٩)

و مَن جامَعَ بعدَ الوُقوفِ بعرفةَ لم یَفسُد حجُّه و علیه بَدَنَةٌ، و إن جامَعَ بعدَ الحلقِ فعلیه شَاةٌ (١٠٧)

یعنی، جس نے وقوفِ عرفہ کے بعد جماع کیا تو اُس کا حج فاسد نہ ہوا اور اُس پر بدنہ لازم ہے اور اگر حلق کے بعد جماع کیا تو اُس پر بکری (ذبح کرنا) لازم ہے۔

اور علامہ مجد الدین عبداللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و إن جامَعَ بعد الوُقوف فعلیه بَدَنَةٌ و لا یفسُدُ حجّه، و إن جامَعَ بعد الحلقِ أو قبَّل أو لمسَ بشهوةٍ فعلیه شاةٌ (١٠٨)

یعنی، اگر وقوفِ عرفہ کے بعد جماع کیا تو اُس پر بدنہ لازم ہے اور اُس کا حج فاسد نہ ہوگا، اور اگر حلق کے بعد جماع کیا یا بوسہ لیا یا شہوت کے ساتھ چُھوا تو اُس پر بکری (ذبح کرنا) لازم ہے۔

اور علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و إن جامَعَ بعد الحَلقِ فعلیه شاةٌ لبقاء إحرامه فی حقِ النّساءِ دون لبسِ المَخیطِ و ما أشبَهَ فخفَّتِ الجنایةُ فاکتفی بالشَّاةِ (١٠٩)

یعنی، اور اگر حلق کے بعد جماع کیا تو اُس پر (بطورِ دم) بکری (ذبح کرنا) لازم ہے کیونکہ عورتوں کے حق میں اُس کا احرام باقی ہے سوائے سلے ہوئے کپڑے پہننے اور اس کی مثل دیگر اُمور کے، پس جنایت خفیف ہوگی تو بکری کافی ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ٢٥ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ١٠ نوفمبر ٢٠١٢م 812-F

١٠٧۔ مختصر القدوری، کتاب الحجّ، باب الجنایات، ص٧٢

١٠٨۔ المختار الفتویٰ، کتاب الحج، باب الجنایات، ص٨٩، ٩٠

١٠٩۔ الهدایة، کتاب الحجّ، باب الجنایات، فصل: فإن نظر إلخ مع قول البدایة: و إن جامع إلخ، ١-١٩٨/٢

حِل والے کا عمرہ کے احرام سے باہر آنے سے قبل حج کا احرام

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ جدہ میں مقیم ایک شخص نے سات ذوالحجہ کو جدہ سے عمرہ کا احرام باندھا اور مکہ مکرمہ آ کر عمرہ ادا کیا اور حلق یا قصر کروائے بغیر وہیں سے حج کا احرام باندھ کر حج ادا کیا اور اپنے آپ کو مفرد بالحج سمجھتے ہوئے جانور بھی ذبح نہ کیا، اب اس صورت میں اُس کا حج درست ہوا یا نہیں؟

(السائل: عبدالصمد، جدہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس پر دَم لازم ہوگا اور ساتھ توبہ بھی کرنی ہوگی کہ اُس نے گُناہ کا ارتکاب کیا ہے، کیونکہ مذکور شخص حِلّ کا رہنے والا ہے اور جو لوگ میقات حرم یا حِلّ یا حرم میں رہتے ہیں اُن کے لئے حِجِ تمتّع اور قران ممنوع ہے جیسا کہ کافی حاکم شہید (۱)، مختصر طحاوی (۲)، شرح مختصر طحاوی (۳)، مبسوط امام سرخسی (۴)، محیط امام سرخسی (۵)، محیط برہانی (۶)، ہدایہ (۷)، مختصر قدوری (۸)، کنز الدقائق (۹)، مجمع البحرین (۱۰)، وقایۃ الروایۃ (۱۱)، اور المختار الفتویٰ (۱۲) وغیرہا کُتُبِ فقہ میں مذکور ہے۔

اور ممانعت کی دلیل قرآن کریم کی آیت ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و هذا لقوله تعالیٰ ﴿ذٰلِکَ لِمَنْ لَّمْ یَکُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (۱۱۰) و الإشارة إلی التّمتُّع و فی معناه القِرانُ (۱۱۱)

یعنی، اور یہ (ممانعت) اللہ تعالیٰ کے اِس فرمان کی وجہ سے ہے کہ ''یہ حکم اس کے لئے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو'' اور اِس میں اشارہ حِجِ تمتُّع

۱۱۰۔ البقرة: ۲/۱۹۶

۱۱۱۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب القران، فصل: فی قِران المکی، ص۲۹۶، دارالکتب العلمية، (ص۳۷۸، المکتبة الإمدادية)

کی طرف ہے اور اُسی معنی میں قِران ہے۔

اور اِن میں سے کوئی اگر تمتّع یا قِران کر لے تو اُس نے بُرا کیا اور اُس پر دَم لازم آتا ہے جو کہ دَم جبر ہے نہ کہ دَم شُکر چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی قِران کے بیان میں لکھتے ہیں:

فَمَن قَرَنَ منهم کان مُسیئًا، و علیه دمُ جَبْرٍ (۱۱۲)

یعنی، پس ان (میقات یا اہلِ حِلّ یا اہلِ مکہ) میں سے جو حِجِ قِران کرے وہ مُسئ ہے اور اُس پر دَم جبر لازم ہے۔ (۱۱۳)

اور تمتُّع کے بیان میں لکھتے ہیں:

لیس لأهلِ مکّة و أهلِ المواقیت، و مَن بینها و بین مکّة تمتُّعٌ، فمَن تمتَّعَ منهم کان عاصیاً و مُسیئًا و علیه لإساء ته دمٌ (۱۱٤)

یعنی، اہل مکہ، اہل مواقیت اور جو مکہ اور میقات کے مابین ہیں اُن کے لئے تمتّع نہیں ہے پس اِن سے جو تمتّع کرے وہ گنہگار (۱۱۵) ہے (۱۱۶)

۱۱۲۔ لُباب المناسك، باب القران، فصل: فی قران المکی، ص ۲۹٦، (ص۳۷۸)

۱۱۳۔ **اس کے تحت مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:** أی: کفّارةٌ لإساء ته حتماً (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب القران، فصل: فی قران المکی، ص۲۹٦)، **یعنی،** اُس کی اسائت کی وجہ سے حتماً کفارہ لازم ہے۔

۱۱٤۔ لباب المناسك، باب التّمتّع، فصل: فی تمتّع المکی، ص ۳۰۲ (ص۳۸۵)

۱۱۵۔ **اس لئے اُس پر توبہ بھی لازم ہے، اور گناہ کا تدراک صرف توبہ کے ذریعے ہوسکتا ہے چنانچہ ملّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:** و تدارُكُ إثمه و هو التوبة عن المعصية (المسلك المتوسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات، تحت قوله: و الإثم، ص ۳۳۰، (٤۲۲)، **یعنی،** اس کے گُناہ کا تدارک اور وہ معصیّت سے توبہ کرنا ہے۔ **اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:** و لا بدّ من التّوبة علی کلّ حالٍ (لباب المناسك، باب الجنايات، ص ۳۳۰ (٤۲۲)، **یعنی،** (گناہ کی معافی کے لئے) بہرحال توبہ ضروری ہے۔

۱۱٦۔ **اس کے تحت ملا علی قاری لکھتے ہیں:** أی: لمخالفة الآية (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب التّمتّع، فصل: فی تمتّع المکی، ص۳۰۲، (ص۳۸۵۔ ۳۸٦) **یعنی،** وہ آیہ کریمہ کی مخالفت کی وجہ سے گنہگار ہے اور یہ آیت وہ ہے کہ جس کا اُوپر ذکر کیا گیا۔

اور بُرا کرنے والا ہے اور اُس پر اس کی اسائت کی وجہ سے دَم لازم ہے۔

اور پھر ایسا شخص جب عمرہ کا اکثر طواف کرنے کے بعد حج کا احرام باندھے تو اُس پر حج کو چھوڑ دینا لازم آتا ہے اور اگر نہ چھوڑے بلکہ ادا کر لے کراہت کے ساتھ جائز ہو جائے گا اور اس پر دَم لازم آئے گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و لو مضى فيهما جازَ أي: أجزأهُ مع للإساءة، أي: إساءة الكراهة و عليه دَمُ الجَمْع (١١٧)

یعنی، اگر دونوں کو ادا کرلے تو جائز ہوا یعنی اسائت کے ساتھ اُسے جائز ہوا، اس سے مراد کہ کراہت کی اسائت کے ساتھ جائز ہوا اور اُس پر (غیر مشروع طریقے پر دو احراموں کو) جمع کا دَم لازم ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

یوم الأحد، ١٩ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ٤ نوفمبر ٢٠١٢م 815-F

دَم جبر کی ادائیگی علی التَّراخی واجب ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ حج یا عمرے میں اگر دَم وغیرہ لازم آ جائے تو اُس کی ادائیگی علی التراخی لازم آتی ہے یا علی الفور اور اگر فوراً لازم ہو تو تاخیر سے گُناہ ہوتا ہے یا نہیں؟

(السائل: حافظ بلال قادری)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: جنایتوں کی جزائیں اور کفّارے علی التراخی واجب ہوتے ہیں اس لئے تاخیر کے سبب گُناہ لازم نہیں آتا جب بھی ادا کرے گا ادا کرنے والا قرار پائے گا نہ کہ قضاء کرنے والا، اگرچہ کفّارے کو ساقط کرنے میں جلدی کرنا افضل ہے اور اگر ادا نہ کیا اور مر گیا تو گنہگار رہو گا اور اس صورت میں مرنے سے قبل وصیّت کرنا لازم ہے اور اگر وصیّت نہ کر کے گیا تو ورثاء پر اُن کی ادائیگی لازم نہیں، ہاں اگر وہ اپنی مرضی

١١٧ـ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب إضافة احدُ النُّسكين، ص ٣٢٦، (ص٤١٧)

سے ادا کر دیں تو نجات کی اُمید ہے۔

دَم (یہاں دَم سے مراد دَم جبر ہے نہ کہ دَم شکر) اور کفّارے علی التراخی واجب ہوتے ہیں ان کے بارے میں علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

اعلم أنّ الكفّاراتِ كُلّها واجبةٌ على التّراخي (١١٨)

یعنی، جان لے کہ تمام کفّارے علی التراخی واجب ہیں۔

فلا يأثمُ بالتّاخير عن أوّلِ وقتِ الإمكانِ و يكون مؤديًّا لا قاضياً في أيّ وقت أدَّى (١١٩)

یعنی، پس اول وقت امکان (١٢٠) سے تاخیر کے سبب گنہگار نہ ہو گا جس وقت ادا کرے گا ادا کرنے والا کہلائے گا (١٢١) نہ کہ قضاء کرنے والا۔

إنّما يَتضيَّقُ عليه الوُجوبُ في آخرِ عُمرهِ في وقتٍ يَغلبُ على ظنِّه أنّه لو لم يُؤدِّهِ لَفاتَ، فإن لم يؤدِّ فيه فماتَ أثِمَ و يجبُ عليه الوصيّةُ بالأداءِ (١٢٢)

یعنی، وُجوب اُس پر اُس کی عمر کے آخر میں اُس وقت تنگ ہوتا ہے جب اُس کو غالب گُمان یہ ہو جائے کہ اگر وہ (اُس وقت) ادا نہیں کرے گا تو (وقتِ ادا) فوت ہو جائے گا، پس اگر اُس وقت ادا نہ کیا اور مر گیا تو گُنہگار رہوا اور اُس پر ادائیگی کی وصیّت لازم ہے۔

و لو لم يُوصِ لم يَجب في التّركةِ، و لا على الوَرثةِ، و لو تَبرَّعَ

١١٨ـ لُباب المناسك، باب: في جزاء الجنايات و كفّاراتها، ص ٤٢٣، دار الكتب العلمية (ص٥٤٢، المكتبة الإمدادية)

١١٩ـ لُباب المناسك، باب: في جزاء الجنايات و كفّاراتها، ٤٢٣، دار الكتب العلمية (ص٥٤٢)

١٢٠ـ ''اول وقتِ امکان'' سے مراد ہے ادائیگی پر قدرت کے زمانے کی ابتداء (المسلك المتقسط، باب: في جزاء الجنايات و كفّاراتها، ص ٤٢٣، دار الكتب العلمية (ص٥٤٢))

١٢١ـ اس لئے کہ جزاؤں اور کفّارات کا امر جلدی پر محمول نہیں ہے (المسلك المتقسط، باب: في جزاء الجنايات و كفّاراتها، ص٤٢٣ دار الكتب العلمية، (ص٥٤٢))

١٢٢ـ لُباب المناسك، باب: في جزاء الجنايات و كفّاراتها، ص ٤٢٣ (ص٥٤٢)

عنه الورثةُ جازَ (١٢٣)

یعنی، اور اگر وصیت نہ کی تو ترکہ میں سے ادائیگی واجب نہ ہوئی اور نہ ورثہ پر (ادائیگی واجب ہے) اور اگر ورثہ نے اُس کی طرف سے ادا کر دیا تو جائز ہوا۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری لکھتے ہیں کہ ''اُس کی نجات کی اُمید ہے'' (١٢٤)

اور ادائیگی میں جلدی کرنے کے بارے میں مُلّا علی قاری لکھتے ہیں کہ:

و إنّما الفَورُ بالمُسارعةِ إلى الطّاعةِ و المُسَابقةِ إلى إسقاطِ الكفّارةِ أفضلُ، لأنّ فی تأخیر العبادات آفاتٌ، لذا قیل: عجِّلُوا بأداءِ الصَّلاةِ قبلَ الفَوت، و أسرعُوا بقَضَائِها قبلَ الموت (١٢٥)

یعنی، طاعت میں جلدی کرنا اور اسقاطِ کفّارہ میں سبقت کرنا افضل ہے کیونکہ عبادات کی تاخیر میں آفتیں ہیں اسی لئے کہا گیا کہ نماز کو اس کے فوت ہو جانے سے قبل ادا کرنے میں جلدی کرو اور اُس کی قضاء میں جلدی کرو موت سے قبل۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصّواب

یوم الإثنین، ٢٠ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ٥ نوفمبر ٢٠١٢ م F-817

حلق میں چند جگہ سے بال مونڈ لینے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے حج کے بعد عمرہ کیا سعی سے فراغت کے بعد اُس نے سر کی پچھلی جانب چند جگہ اُسترا پھروایا چونکہ سر کے بال بالکل چھوٹے تھے اس لئے اُس نے سمجھا کہ مجھے سر کا حلق لازم نہیں ہے اور

١٢٣۔ لُباب المناسك، باب: فی جزاء الجنایات و کفّاراتها، ص ٤٢٣ (ص٥٤٢)

١٢٤۔ المسلك المتقسط، باب: فی جزاء الجنایات و کفّاراتها، ص٤٢٣ (ص٥٤٢)

١٢٥۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب: فی جزاء الجنایات و کفّاراتها، تحت قوله: اعلم أن الكفّارات إلخ، ص٤٢٣ (ص٥٤٢)

اُس نے سلے ہوئے کپڑے پہن لئے اور جب اُسے چھ گھنٹے گزر گئے تو اُسے حلق کروایا گیا، اُس نے چھ گھنٹوں تک سلے ہوئے کپڑے پہن رکھے تھے اس کے علاوہ کوئی کام ایسا نہ کیا تا جو خلافِ احرام قرار دیا جائے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں جب اُس نے حلال ہونے کی نیت کر لی اور ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب میں شروع ہو گیا کہ اُس نے سلے ہوئے کپڑے پہن لئے، اُس نے اور بھی ممنوعات کا ارتکاب کیا ہوتا تب بھی ایک ہی جزاء لازم آتی، تعددِ جنایت پر متعدد جزائیں اِس لئے لازم نہ آتیں کہ اُس نے ممنوعات کا ارتکاب تاویل سے کیا ہے گو کہ تاویل فاسد ہے مگر وہ دنیوی ضمانتوں کے اُٹھ جانے میں معتبر ہے۔

اور ایسی صورت میں فقہاء کرام کی تمام عبارت میں ایک دَم کے لزوم کا ذِکر ہے جیسا کہ ہم نے ''فاسد تاویل سے ممنوعاتِ احرام کے مرتکب میں مذاہب'' کے عنوان میں تحریر شدہ فتویٰ میں اُن میں سے متعدّد عبارات نقل کی ہیں، اُن میں سے بعض میں یہ بھی ہے کہ ''متعدّد جنایات پر متعدّد جزائیں اس لئے واجب نہ ہوں گی'' اور یہاں متعدّد جنایات نہیں ہیں صرف ایک جنایت ہے وہ یہ کہ اُس نے چھ گھنٹے تک حالتِ احرام میں سلے ہوئے کپڑے پہنے، لہٰذا قیاس کا تقاضا تو یہی ہے کہ اُس پر ایک جزاء لازم آئے اور پھر ہمارے فقہاء نے بھی محظورات اور ممنوعات کا تذکرہ کیا اور یہاں محظورات نہیں بلکہ ایک محظور ہے، ممنوعات نہیں ایک ممنوع ہے اس لئے ایک ہی جزاء لازم ہوگی جیسا کہ محظورات اور ممنوعات کے ارتکاب پر ایک جزاء لازم کی ہے، فرق صرف یہ ہے کہ وہاں جمیع محظورات کے ارتکاب پر دَم لازم کیا ہے اور ہم ایک محظور کے ارتکاب پر ایک صدقہ لازم کرتے ہیں کیونکہ سلے ہوئے کپڑے پہننے کو صرف چھ گھنٹے ہی گزرے تھے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ١ محرم الحرام ١٤٣٤ھ، ١٥ نوفمبر ٢٠١٢ م F-821

بے وضونفلی طواف کا حکم

استفتاء: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے بے وضونفلی طواف کیا تو اُس کے لئے کیا حکم ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یادرہے کہ نجاست حکمیہ سے طہارت مطلق طواف میں احناف کے صحیح مذہب کے مطابق واجب ہے چنانچہ امام شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

و هو الصّحيحُ من المذهب أنّ الطّهارة فی الطواف واجبةٌ (١٢٦)

یعنی، صحیح مذہب (حنفی) میں طواف میں طہارت واجب ہے۔

اسی طرح علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ نے "ھدایہ" (١٢٧) میں، علامہ اکمل الدین بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ نے "عنایہ" (١٢٨) میں علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے "البنایہ" (١٢٩) میں اور علامہ کاسانی حنفی نے "بدائع الصنائع" (١٣٠) میں لکھا ہے۔

اور علامہ ابومنصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

قال أبو بكر الرّازی: إنّها واجبةٌ، بدليلِ أن الكفّارةَ تَجبُ بتَركِهَا، فَدلَّ على الوُجوبِ (١٣١)

١٢٦ـ المبسوط للسرخسی، کتاب المناسك، باب الطّواف، ٢/٤/٣٥

١٢٧ـ الهداية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: و من طاف طواف القدوم محدثاً، ١ـ٢٩٩/٢، و فيه: و الأصح أنها واجبة لأنه يجب بتركها الجابر

١٢٨ـ العناية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: و من طاف إلخ، ٢٥٩/٢

١٢٩ـ البناية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: و من طاف طواف القدوم إلخ، ٣٥٥/٤

١٣٠ـ بدائع الصنائع، كتاب الحجّ، فصل فی شرط طواف الزّيارة و واجباته، ٦٩/٣

١٣١ـ المسالك فی المناسك، فصل: فی شرائط صحة الطواف و ما يقع معتداً و ما لا يقع، ٤٣٩/١

یعنی، امام ابوبکر رازی نے فرمایا کہ طہارت واجب ہے اس دلیل سے کہ اس کے ترک پر کفّارہ واجب ہوتا ہے پس اس نے وجوب پر دلالت کی۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی طواف کے واجبات کے بیان میں لکھتے ہیں:

الأول: الطهارة عن الحدث الأكبر و الأصغر (١٣٢)

یعنی، طواف کا پہلا واجب حدثِ اکبر اور حدثِ اصغر سے پاکی ہے۔

اور نفلی طواف کا حکم وہی ہے جو طوافِ قدوم کا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و حكم كلِّ طوافِ تطوّعٍ كحكم طوافِ القدوم (١٣٣)

یعنی، ہر نفلی طواف کا حکم طوافِ قدوم کی مثل ہے۔(١٣٤)

اور طوافِ قدوم اگر بے وضو کیا تو اعادہ لازم ہے اعادہ نہ کرنے کی صورت میں صدقہ لازم ہوگا چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و من طاف طواف القدوم محدثاً فعليه صدقة (١٣٥)

یعنی، جس نے طوافِ قُدوم حدث کی حالت میں کیا تو اُس پر صدقہ ہے۔

لہٰذا نفلی طواف میں بھی صدقہ لازم آئے گا اور امام ابوالقاسم حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ اور اُن سے علامہ جلال الدین خوارزمی نے نقل کیا کہ:

و إن طافَ بالبيتِ تطوُّعاً على غير طهارةٍ، عن محمد رحمه

١٣٢ـ لُباب المناسك، باب أنواع الأطوفة، فصل: فی واجبات الطواف، ص٢١٣، المكتبة الإمدادية

١٣٣ـ لباب المناسك، باب الجنايات، فصل: فی الجناية فی طواف القدوم، ص٣٨٩ (ص٤٩٨، المكتبة الإمدادية)

١٣٤ـ علامہ مرغینانی حنفی طواف قدوم کا حکم بیان کرکے لکھتے ہیں: و كذا الحكم فی كل طواف هو تطوع (الهداية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: و من طاف طواف القدوم، ١ـ١٩٩/٢) یعنی، اسی (طواف قُدوم) کی طرح حکم ہے ہر طواف میں جو نفلی ہو۔

١٣٥ـ بداية المبتدی، كتاب الحج، باب الجنايات، فصل: و من طاف طواف القدوم، ١ـ١٩٨/٢

اللہ تعالیٰ: أنّہ یلزَمُہ الصَّدقۃُ، و قال بعضُ مشائخِ العراقِ رحمھم اللہ تعالیٰ: یَلزَمُہ الدَّمُ (١٣٦)

یعنی، اگر بیت اللہ شریف کا نفلی طواف بغیر طہارت کے کیا تو امام محمد علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ اُسے صدقہ لازم ہے اور بعض مشائخ عراق نے فرمایا کہ اُسے دَم لازم ہے۔

اگر مکہ مکرمہ میں ہو تو چاہئے کہ اعادہ کر لے اور اگر چلا گیا تو صدقہ دے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و فی "البدائع": قال محمدٌ: و من طافَ تطوُّعاً علی شَیْءٍ مِن ھذہِ الوُجوہِ، فأحبُّ إلینا إن کان بمکّۃَ أن یُعیدَ الطوافَ، و إن کان رَجَعَ إلی أھلِہ فعلیہ صدقۃٌ (١٣٧)

یعنی، "بدائع الصنائع" میں ہے کہ امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا جس نے ان وجوہ میں سے کسی شئ پر نفلی طواف کیا تو میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ اگر مکہ میں ہے تو اعادہ کرے، اور اگر اپنے اہل کو لوٹ گیا تو اُس پر صدقہ لازم ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ١٩ ذوالحجۃ ١٤٣٣ھ، ٤ نوفمبر ٢٠١٢ م 825-F

جدّہ والے کا شوال میں عمرہ ادا کر کے اسی سال حج کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص

١٣٦۔ فتاویٰ قاضیخان، کتاب الحج، الواجبات التی یجب بھا الدّم علی الحاج خمسۃ: ١/١٨٢، و اللفظ لہ۔ الکفایۃ مع الفتح، کتاب الحج، باب الجنایات، فصل: و من طاف طواف إلخ، ٢/٤٥٩

١٣٧۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل: فی الجنایۃ فی طواف القدوم، تحت قولہ: حکم کلّ طوافِ تطوّعٍ إلخ، ص٣٨٩ (ص٤٩٨، ٤٩٩، المکتبۃ الإمدادیۃ)

جدہ میں مقیم ہے اُس نے اس سال شوال کے مہینے میں یا ذوالقعدہ میں عمرہ ادا کیا اور اب وہ چاہتا ہے کہ اسی سال حج ادا کرے کیا وہ حج ادا کر سکتا ہے یا نہیں، اگر کر سکتا ہے تو وہ کونسا حج کرے افراد یا تمتُّع یا قران؟

(السائل: از جدہ، C/O علامہ مختار اشرفی، لبیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں یہ شخص اِس سال حج نہیں کر سکتا کیونکہ اُس نے حج کے مہینوں میں عمرہ ادا کیا ہے، اور اگر کرے گا تو دَم لازم آئے گا، چنانچہ امام اکمل الدین بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

أعلم أنّ أھلَ مکۃ و من داخلَ المیقاتِ لا تمتُّعَ لھم و لا قِران عند أبی حنیفۃَ و أصحابِہ، و إمامُھم فی ذلك علیّ و عبدُ اللہ بنُ عباسٍ و عبد اللہ بنُ عمرَ رضی اللہ عنھم لو تمتَّعُوا جَازَ و أساؤُا و لَزِمَھم دمُ الجبر (١٣٨)

یعنی، جاننا چاہئے کہ اہل مکہ اور جو میقات کے اندر رہتے ہیں، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب کے نزدیک اُن پر نہ تمتُّع ہے نہ قِران، اور اس مسئلہ میں اُن کے امام حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم ہیں اور اگر یہ تمتُّع کریں تو جائز ہو جائے گا اور انہوں نے اساءت کی اور انہیں دَم جبر لازم آئے گا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٦ ذوالحجۃ ١٤٣٣ھ، ٢٢ اکتوبر ٢٠١٢ م 826-F

عمرہ میں تین چکر کے بعد سعی کر کے حلق کروانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص حجِ تمتُّع کی غرض سے مکہ مکرمہ آیا اُس کے ساتھ اُس کی بوڑھی والدہ تھیں، ہجوم کی وجہ سے وہ

١٣٨۔ العنایۃ شرح الھدایۃ، باب التّمتّع، ٢/٤٢٨

خاتون صرف عمرہ کے طواف کے تین چکر دے پائیں اور سعی کر کے قصر کروا دیا، اس صورت میں اُس کے لئے کیا حکم ہوگا؟

(السائل: حافظ محمد بلال بن عارف قادری، الفتانی حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس پر لازم ہے کہ وہ احرام کی پابندیاں شروع کر دے اور مکمل طواف کرنے کے بعد سعی کرے اور قصر کروائے اور ایک دم بھی اُس پر لازم ہوگا جو اُسے سرزمین حرم پر ہی دینا ہوگا کیونکہ طواف عمرہ میں رُکن ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لأنه رُكن العُمرةِ (١٣٩)

یعنی، کیونکہ طواف عمرہ کا رُکن ہے۔

اور اُس خاتون نے اس رُکن طواف کے صرف تین پھیرے دیئے جو کہ آدھے پھیروں سے کم ہیں اور اکثر یعنی آدھے سے زیادہ اُس نے چھوڑ دیئے، اِس لئے اُس کا یہ طواف شمار نہ ہوا، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

مَن تَركَ أربعةَ أشواطٍ بَقِيَ مُحرِماً أبداً حتى يَطُوفَها (١٤٠)

یعنی، جس نے طواف کے چار پھیرے چھوڑ دیئے وہ ہمیشہ مُحرم رہے گا یہاں تک کہ انہیں ادا کرے۔

اس کے تحت محقّق علی الاطلاق امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

لأنّ المتروكَ أكثرُ، فصار لأنّه لم يَطُف أصلاً (١٤١)

یعنی، کیونکہ چھوڑا ہوا طواف نصف سے زیادہ ہے پس یہ یوں ہوگیا گویا

١٣٩ ـ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب الجنايات، فصل: في الجناية في طواف العمرة، تحت قوله: و لا يجزئ عنه البدل أصلاً، ص ٣٩٠ دار الكتب العلمية و ص ٥٠٠، المكتبة الإمدادية

١٤٠ ـ بداية المبتدى، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: و من طاف طواف القدوم، ١ـ٢/١٩٩

١٤١ ـ فتح القدير، كتاب الحج، باب الجنايات، ٢/٤٦٥

کہ اُس نے اصلاً طواف ہی نہ کیا۔(١٤٢)

جب اُس کا طواف شمار نہ ہوا تو رُکن ادا نہ ہوا، جب رُکن ادا نہ ہوا تو احرام سے فارغ ہونا واقع نہ ہوا اس لئے کہ طواف میں سات میں سے چار پھیرے فرض تھے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لأنّ الفرضَ في أشواطِ الطوافِ أكثرُ السّبعِ لا كلُّها (١٤٣)

یعنی، طواف کے پھیروں میں فرض سات میں سے اکثر پھیرے ہیں نہ کہ تمام۔

لہٰذا اُس پر لازم ہوا کہ وہ احرام کی پابندیوں کی طرف لوٹ آئے اور کامل طواف کے بعد سعی کرے کہ پہلی سعی درست نہ ہوئی، چنانچہ علامہ عالم بن العلاء انصاری حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

و في "الظّهيرية" (١٤٤): و لو تَركَ طوافَ العُمرةِ أكثرَه أو كُلّه و سَعَى بين الصَّفا و المروةِ و رجَعَ إلى أهلِه فهو مُحرِمٌ أبداً و لا يجزئُ عنه البدلُ، وعليه أن يعُودَ إلى مكةَ بذلك الإحرام، لا يَجبُ عليه إحرامٌ جديدٌ لأجل مُجاوزةِ الميقات، و في "شرح الطّحاوي" يَطوفُ لها أو يَكمُلُ الطوافَ و يسعَى بين الصّفا و المروة و سعيُهُ الأول غيرُ جائزٍ (١٤٥)

یعنی، ''فتاویٰ ظہیریہ'' میں ہے کہ اگر عمرہ کا اکثر یا کُل طواف چھوڑ دیا اور صفا

١٤٢ ـ جب کہ صاحب ہدایہ نے خود یہ لکھا کہ لأن المتروك أكثر فصار كأنه لم يطف أصلاً (الهداية، كتاب الحج، باب الجنايات، طواف القدوم، ١ـ٢/١٩٩) یعنی، کیونکہ متروک زیادہ ہے پس ہوگیا گویا کہ اُس نے اصلاً طواف نہیں کیا۔

١٤٣ ـ ردّ المحتار على الدّر المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قول التّنوير: سبع الفرض، ٣/٦٦٤

١٤٤ ـ الفتاوىٰ الظهيرية، كتاب الحجّ، الفصل السّابع في الطّواف و السّعي، ص١٤٣

١٤٥ ـ الفتاوىٰ التّاتارخانية، كتاب الحجّ، الفصل السّابع في الطّواف و السّعي، جئنا إلى طواف العمرة، ٢/٣٩٠

ومروہ کے مابین سعی کی اور اپنے اہل کو لوٹ گیا تو وہ ہمیشہ مُحرِم ہے اور اُس سے بدل جائز نہ ہوگا، اور اُس پر لازم ہے کہ اُسی احرام کے ساتھ مکہ کو لوٹے اور اُس پر میقات سے گزرنے کی وجہ سے نیا احرام لازم نہیں ہے، اور ''شرح الطّحاوی'' میں ہے کہ عمرے کا طواف کرے یا طواف کو مکمل کرے اور صفا ومروہ کے مابین سعی کرے کہ پہلی سعی درست نہ ہوئی۔

اور اُس پر اُن تمام جنایات کے بدلے جو اُس سے سرزد ہوئیں جیسے بال کاٹنا، خوشبو لگانا وغیرہ ایک دَم لازم ہوگا کیونکہ اُس نے جتنی بھی جنایات کا ارتکاب کیا وہ اس فاسد گمان سے کہا کہ وہ اس طرح کرنے سے احرام سے باہر ہوگئی ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٥ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ٢١ اکتوبر ٢٠١٢م 827-F

آفاقی کا حجِ افراد میں طوافِ قُدوم کو ترک کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص طائف سے آیا، میقات سے حج افراد کا احرام باندھا اور سیدھا عرفات پہنچا نہ اُس نے طوافِ قُدوم کیا نہ ہی حرم کی حدود میں داخل ہوا، اس صورت میں اُس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: ایک حاجی، از طائف)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں مذکورہ شخص کا حج درست ہو جائے گا اور اُس پر کچھ بھی لازم نہیں آئے گا نہ گُناہ اور نہ کفّارہ، مفرد بالحج اور قارن کے لئے طواف قدوم سنّت مؤکّدہ ہے مگر وہ طواف اس شخص سے ساقط ہوگیا، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ٥٩٣ھ لکھتے ہیں:

و إذا لم يدخُلِ المُحرِمُ مكّةَ و توجه إلى عرفاتَ و وَقَفَ بها سقط عنه طوافُ القُدومِ (١٤٦)

یعنی، پس اگر مُحرِم مکہ میں داخل نہ ہوا اور عرفات کی طرف متوجہ ہوا اور

١٤٦ـ بداية المبتدی، کتاب الحج، باب الإحرام، فصل: و إذا لم يدخل مكة إلخ، ١ـ٢/١٨٣

وہاں وقوف کیا تو اُس سے طواف قُدوم ساقط ہوجائے گا۔

ساقط ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اُس پر اِس طواف کی قضاء لازم نہیں کیونکہ یہ طواف افعالِ حج کی ابتداء میں مشروع کیا گیا ہے جب اُس نے افعالِ حج کی ابتداء اُس کے بغیر کر لی تو اب اُسے ادا کرنا سنّت نہ رہا، چنانچہ لکھتے ہیں:

لأنّه شُرع فی ابتداءِ الحجّ علی وجهٍ يترتّبُ عليه سائرُ الأفعالِ فلا يكونُ الإتيانُ بهِ علی غيرِ ذلك الوَجهِ سنّةً (١٤٧)

یعنی، کیونکہ طواف حج کی ابتداء میں اِسی وجہ پر مشروع کیا گیا ہے کہ اس پر حج کے تمام افعال مرتّب ہوتے ہیں لہٰذا اُسے اِس وجہ کے غیر پر لانا (یعنی ادا کرنا) سنّت نہیں ہے۔

اور اس کے ترک پر کچھ لازم نہیں آئے گا، چنانچہ لکھتے ہیں:

و لا شَیْءَ عليه بتركه (١٤٨)

یعنی، اس طواف کے چھوڑنے سے اُس پر کچھ شئی لازم نہیں۔

کیونکہ یہ سنّت ہے اور سنت کا یہی حکم ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

لأنّه سنّةٌ و بترك السنَّةِ لا يَجبُ الجَابر (١٤٩)

یعنی، کیونکہ یہ سنّت ہے اور سنّت کے ترک پر جابر (یعنی کفّارہ) واجب نہیں ہوتا۔

اور اگر اُس کے پاس وقت تھا پھر نہ آیا تو اسائت کا مرتکب ضرور ہوگا کیونکہ سنّت مؤکّدہ کے ترک پر یہی حکم ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ١٢ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ٢٨ اکتوبر ٢٠١٢م 828-F

١٤٧ـ الهداية، كتاب الحج، باب الإحرام، فصل: فإن لم يدخل مكة إلخ، ١ـ٢/١٨٣

١٤٨ـ بداية المبتدی، کتاب الحجّ، باب الإحرام، فصل: و إذا لم يدخل إلخ، ١ـ٢/١٨٣

١٤٩ـ الهداية، كتاب الحج، باب الإحرام، فصل، و إذا لم يدخل إلخ، ١ـ٢/١٨٣

حلق سے قبل داڑھی کا خط بنوانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عمرہ یا حج میں تمام افعال سے فراغت کے بعد جب حلق کا وقت آیا حلق کروانے سے قبل داڑھی کا خط بنوایا پھر حلق کروایا، اب اس صورت میں اُس پر کیا لازم آیا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اِس مسئلہ میں چند صورتیں بنتی ہیں، اُس نے صرف عمرہ کا احرام باندھا ہوگا یا صرف حج کا یا حج وعمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا ہوگا یعنی وہ قارن ہوگا، پھر اُس نے خط بنوانے میں صرف اُوپر سے بال منڈوائے ہوں گے یا نیچے گردن یعنی حلق کے بھی۔

اگر وہ صرف عمرہ یا حجِ افراد یا تمتّع کے احرام میں تھا اور اُس نے داڑھی کا خط بنوانے میں صرف اُوپر کے بال منڈوائے تو دیکھا جائے گا کہ جو بال اُس نے منڈوائے وہ داڑھی کا چوتھائی یا تہائی حصہ بنتے ہیں یا چوتھائی سے کم، اگر چوتھائی حصے کے برابر ہوں گے تو دَم لازم آئے گا کیونکہ جب اُس نے خط بنوایا اُس وقت وہ احرام میں تھا، احرام سے باہر صرف حلق یا قصر کے ذریعے ہوگا، چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

قال: و علی هذا لو حَلقَ لحیتَهُ أو ثُلُثَهَا أو رُبعَهَا فعلَیه دمٌ، لأنّه عضوٌ کاملٌ منفردٌ غیرُ تابعٍ لغیرها (۱۵۰)

یعنی، اس پر اگر داڑھی منڈوائی یا اس کا ایک تہائی یا چوتھائی منڈوایا تو اس پر دَم ہے کیونکہ وہ تنہا کامل عضو ہے کسی کا تابع نہیں۔

اور علامہ عالم بن علاء انصاری ہندی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

إن بحَلقِ رُبعِ الرَّأسِ و اللِّحیَةِ یجبُ الدّمُ (۱۵۱)

۱۵۰۔ المسالك فی المناسك، باب الجنایات، فصل: کفّارة جنایة الحلق، ۲/۷۵٤

۱۵۱۔ الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الحج، الفصل الخامس فیما یحرم علی المحرم بسبب إحرامه و ما لا یحرم، نوع منه فی حلق الشعر و قلم الأظافیر، ۲/۳۷٦

یعنی، بے شک چوتھائی سر اور داڑھی مونڈنے سے دَم واجب ہوتا ہے۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

کُلّما کانت اللِّحیةُ مقصودةً بالحَلقِ فی بعض النّاس أُلحِقَتِ اللِّحیةُ بالرَّأسِ احتیاطًا لإیجابِ الکفّاراتِ فی المنَاسِك (۱۵۲)

یعنی، جب داڑھی بعض لوگوں میں حلق میں مقصود ہے تو داڑھی سر کے ساتھ لاحق کی جائے گی۔

اور علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا کہ:

و إذا حَلقَ رُبعَ لِحیَتِه فصاعداً دمٌ (۱۵۳)

یعنی، جب داڑھی کے چوتھائی یا زیادہ کو مونڈھا تو دَم ہے۔

اور اگر چوتھائی سے کم ہو تو صدقہ لازم آئے گا چنانچہ علامہ نظام اور جماعت علماء ہند نے لکھا:

و إن کان أقلّ مِن الرُّبُع فصدقة، کذا فی "السّراج الوهّاج" (۱۵٤)

یعنی، اگر چوتھائی سے کم ہو تو صدقہ ہے اسی طرح "السّراج الوهّاج" میں ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳٦۷ھ لکھتے ہیں:

داڑھی کے چہارم بال یا زیادہ کسی طور پر دُور کئے تو دَم ہے اور کم میں صدقہ ہے۔ (۱۵۵)

اور گردن الگ عضو ہے چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ (۱۵٦)

۱۵۲۔ الفتاویٰ التاتارخانیة، ۲/۳۷۵

۱۵۳۔ الفتاویٰ الهندیة، کتاب المناسك، الباب الثّامن فی الجنایات، الفصل الثالث: فی حلق الشعر و قلم الأظفار، ۱/۳۰۷

۱۵٤۔ الفتاویٰ الهندیة، ۱/۳۰۷

۱۵۵۔ بہارِ شریعت، حج کا بیان، جُرم اور اُن کے کفارے، بال دور کرنا، مسئلہ (٤۹)، ۱/٦/۵۵۲

۱۵٦۔ بدایة المبتدی، کتاب الحجّ، باب الجنایات ۱۔۲/۱۹۵

اور اُن سے علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ (۱۵۷) اور جماعت علمائے ہند نے نقل کیا:

و إن حَلَقَ الرَّقبةَ کلَّها فعلیه دمٌ

یعنی، اگر پوری گردن مونڈھی تو اُس پر دَم ہے۔

اور اگر کچھ حصہ مونڈا تو صدقہ ہے چنانچہ علامہ نظام حنفی "محیط" (۱۵۸) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

و إذا حَلَقَ عُضواً کاملاً فعلیه الدّم، و إن حَلَقَ بعضَه فعلیه الصّدقةُ، أراده به الفخذَ و السّاقَ و الإبطَ دون الرّأسِ و اللِّحیةِ، کذا فی "المحیط" (۱۵۹)

یعنی، جب پورا عضو مونڈھا تو اُس پر دَم ہے اور اگر اُس کا بعض مونڈا تو صدقہ ہے اور اس سے مراد ران، پنڈلی اور بغل ہے سوائے سر اور داڑھی کے، اسی طرح "محیط" میں ہے۔

اور علامہ سلمان اشرف لکھتے ہیں:

گردن یا ایک بغل پوری مونڈوائی تو قربانی واجب ہوئی اور پورے سے کم میں صدقہ اگرچہ نصف سے زیادہ مونڈوائی ہو، بغل اور گردن میں چوتھائی نصف اور نصف سے زیادہ سب ایک حکم رکھتے ہیں۔ (۱۶۰)

لہٰذا معتمر یا مفرد بالحج یا متمتّع نے خط بنوانے میں داڑھی کا جو حصہ مونڈوایا وہ اگر داڑھی کا چوتھائی ہو تو دَم اور داڑھی کے نیچے کے خط میں صدقہ لازم ہوا اور اگر نیچے خط نہیں بنوایا تو صرف ایک دَم، اور اگر داڑھی کے اُوپر چوتھائی سے کم مونڈوایا تو صدقہ لازم ہوا اور نیچے بھی

۱۵۷۔ الفتاویٰ الهندیة، کتاب المناسك، الباب الثّامن فی الجنایات، الفصل الثّالث فی حلق الشّعر و قلم الأظفار، ۱/۳۰۷

۱۵۸۔ المحیط البرهانی، کتاب المناسك، الفصل الخامس: فیما یحرم علی المحرم بسبب إحرامه و ما لا یحرم، ۴۸/۳

۱۵۹۔ الفتاویٰ الهندیة، کتاب المناسك، الباب الثّامن فی الجنایات، الفصل الثّالث فی حلق الشّعر و قلم الأظفار، ۱/۳۰۷

۱۶۰۔ الحجّ، للعلامة سلیمان اشرف، محرم کو جن باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے، جزئیات، ص۵۰

خط بنوایا تو دو صدقے ہو گئے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۱۵ ذوالحجة ۱۴۳۳ھ، ۳۰ اکتوبر ۲۰۱۲م F-829

عام حالات میں عورت نماز میں منہ کھولے گی

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت جب احرام میں نہ ہو تو نماز کے لئے اپنے چہرے کو کھولے گی یا نقاب میں ہی نماز پڑھ لے؟

(السائل: محمد ریحان)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: عورت کا پورا بدن عورت ہے سوائے چہرے، ہاتھوں اور قدموں کے چنانچہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ لکھتے ہیں:

جمیعُ بدنِ الحُرَّةِ عورةٌ إلَّا وجهَها و کفَّیها و قدمَیها (۱۶۱)

یعنی، آزاد عورت کا پورا بدن عورت ہے سوائے اس کے چہرے، ہاتھوں اور قدموں کے۔

عام حالات میں فقہاء کرام نے جوان عورت کے چہرے کو چھپانے کا حکم دیا ہے چنانچہ علامہ سید ابو جعفر احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

و مُنِعَ الشّابةُ مِن کشفه لخوفِ الفتنةِ لا لأنَّهٗ عورةٌ (۱۶۲)

یعنی، جوان عورت کو خوفِ فتنہ کی وجہ سے چہرہ کھولنے سے روکا جائے گا نہ اس لئے کہ چہرہ عورت ہے۔

جہاں تک نماز میں چہرہ کھولنے یا چھپانے کا مسئلہ ہے تو اس کے بارے میں فقہاء کرام نے تصریح کی ہے چنانچہ علامہ حسین بن محمد بن حسین سمنقانی (۱۶۳) حنفی متوفی ۷۴۶ھ لکھتے ہیں:

۱۶۱۔ نور الإیضاح مع شرحه للمصنّف، کتاب الصّلاة، باب شروط الصّلاة و أرکانها، فصل فی متعلقات شروط الصلاة و فروعها، ص۲۴۱

۱۶۲۔ حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصّلاة، باب شروط الصّلاة إلخ، فصل فی متعلقات شروط الصّلاة إلخ، ص۲۴۱

۱۶۳۔ آپ کی نسبت کے بارے میں "سمقیانی" بھی کہا گیا ہے جیسا کہ "کشف الظنون"

أمَّـا المَرأَةُ فيُوارِى فى صلاتِها كلَّ شَىءٍ إلَّا وجهَها و كفَّيْها و قدمَيها (١٦٤)

یعنی، مگر عورت تو وہ اپنی نماز میں ہر شئے کو چھپائے گی ماسوائے اپنے چہرے دونوں ہاتھوں اور دونوں قدموں کے۔

اور نماز میں چہرے کو چھپانا فقہاء کرام نے مکروہ قرار دیا ہے چنانچہ علامہ علی بن عثمان زیلعی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

وَ يُكرهُ التلثُّم، و هو تعطيةُ الأنفِ و الفمِ فى الصّلاةِ، لأنَّه يشبهُ فعلَ المجوسِ حالَ عبادتِهم (١٦٥)

یعنی، نماز میں "تـلـثّم" مکروہ ہے اور وہ نماز میں ناک اور منہ کو ڈھکنا ہے کیونکہ یہ مجوسیوں کے اپنی عبادت میں حالت کے مشابہ ہے۔

اور علامہ شبلی حنفی "تلثّم" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قـوله: و يكره التلثّم إلخ، قال الفراء: اللثام ما كان على الفم من النقاب (١٦٦)

یعنی، فراء نے کہا کہ "اللّثام" وہ ہے جو منہ پر نقاب ہو۔

اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی نماز کے مکروہات کے بیان میں لکھتے ہیں:

(۱/۷۰۳) میں ہے لیکن "مـؤسسة التـاريخ العربى" والوں نے بریکٹ میں اس کی تصحیح کر کے "سـمنقانى" لکھا ہے اور "الأعـلام للزركلى" (۲/۲۵۶) میں "سـمنقانى" ہے، "هدية الـعارفين" (۱/۳۱٤) اور "مـفيد المفتى" میں "سـمعانى" ہے اور صحیح وہی ہے جسے ہم نے فتاویٰ میں لکھا ہے۔

١٦٤ـ خزانة المفتين، كتاب الطّهارة، فصل فى الحيض، ق ١٣/أ

١٦٥ـ تبييـن الـحـقائق، كتاب الصّلاة، باب ما يفسد الصّلاة و ما يكره فيها، ١/٤١١ـ أيضاً ردّ الـمـحتـار عـلى الدّر المختار، كتاب الصّلاة، باب ما يفسد الصّلاة و ما يكره فيها، فروع، تحت قول الدّر: و التلثّم، (٤/١٨٤)

١٦٦ـ حـاشية الشبـلـى عـلـى تبيين الحقائق، كتاب الصّلاة، باب ما يفسد الصّلاة و ما يكره فيها، ١/٤١١

و تعطيةُ فمِهِ و أنفِه لِمَا روَينَا (١٦٧)

یعنی، اور اپنے منہ اور ناک کو ڈھکنا (نماز میں مکروہ ہے) اس حدیث کی بنا پر جسے ہم نے روایت کیا ہے۔

اور وہ حدیث شریف جس کی طرف آپ نے ارشارہ کیا وہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

أَنَّهُ عليه الصّلاة و السّلام "نَهَى عَنِ السَّدْلِ وَ أَنْ يُغَطِّى الرَّجُلُ فَاهُ"

یعنی، نبی کریم ﷺ نے سدل اور مرد کے اپنے چہرے کو ڈھکنے سے منع فرمایا۔

اس روایت کے تحت لکھتے ہیں:

فيـكرهُ التّلثُّمُ و تغطيةُ الأنفِ و الفمِ فى الصّلاةِ، لأنَّه يشبهُ فعُلَ المجوس فى حال عبادتِهم النِّيران (١٦٨)

یعنی، پس "تـلـثّـم" اور ناک اور منہ کو چھپانا مکروہ ہے کیونکہ یہ مجوس کے آگ کی عبارت کی حالت میں فعل کے مشابہ ہے۔

اور یہاں کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے چنانچہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

و نقل "ط" عن "أبى السعود": أنّها تحريميّةٌ (١٦٩)

یعنی، "طحطاوی" (۱۷۰) نے "ابو السعود" (۱۷۱) سے نقل کیا ہے

١٦٧ـ مراقى الفلاح، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، فصل فى المكروهات، ص ٢٠١

١٦٨ـ مراقى الفلاح، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، فصل فى المكروهات، ص١٩٧

١٦٩ـ ردّ الـمـحتـار على الدّر المختار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصّلاة و ما يكره فيها، تحت فروع، تحت قول الدّر: و التلثُّم (٤/١٨٤)

١٧٠ـ حـاشية الـطّـحـطـاوى عـلى الدّر المختار، كتاب الصّلاة، باب ما يفسد الصّلاة، و ما يكره فيها، ١/٢٥٧، بتصرّفٍ

١٧١ـ فتح المعين، كتاب الصّلاة، باب ما يفسد الصّلاة و ما يكره فيها، تحت قوله، ١/٢٤٣

کہ کراہت تحریمیہ ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ۱۸ذوالحجة۱٤۲۹ھ، ۱٦دیسمبر ۲۰۰۸ م 673-F

جبلِ رحمت پر چڑھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ بعض لوگ جبلِ رحمت کے اُوپر چڑھتے ہیں، کیا اس پر چڑھنے میں کوئی ثواب ہے؟

(السائل: حافظ رضوان بن غلام حسین، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: جبلِ رحمت پر چڑھنے کے بارے میں علامہ طبری اور ماوردی نے استحباب کا قول کیا جب کہ امام نووی شافعی نے اس کا ردّ کیا ہے اور ہمارے علماءِ احناف میں سے مُلّا علی قاری، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی، علامہ شامی حنفی اور اُن سے علامہ سید سلیمان اشرف نے لکھا جس کا لُب لُباب یہ ہے کہ اس میں کوئی فضیلت نہیں ہے بلکہ اس کا حکم وہی ہے جو تمام زمین عرفات کا ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

واما صعود کردن بر جبل الرحمۃ پس ثابت نیست مر اُورا اصلے از سنت اگرچہ حرص دارند بر صعودے بسیارے از عوام ونیست ہیچ فضیلتے در صعود وے بلکہ برابر است صعود وے وبودن در سائر ارض عرفات، ملخصاً (۱۷۱)

یعنی، مگر جبلِ رحمت پر چڑھنا تو سنت سے اُس کی کوئی اصل ثابت نہیں ہے اگرچہ بہت سے عوام اِس پر چڑھنے پر حرص رکھتے ہیں اور اس پر چڑھنے میں کوئی فضیلت نہیں ہے بلکہ اس پر چڑھنا اور تمام زمین عرفات میں ہونا برابر ہے۔

یاد رہے کہ فضیلت کی نفی کی وجہ نبی کریم ﷺ کا اس پر قیام نہ فرمانا ہے اگر آپ ﷺ اس

۱۷۱۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب ششم: در بیان وقوف عرفات، فصل چهارم: ترتیب وقوف بعرفات إلخ، ص۱۸۳

پر قیام فرماتے تو یقیناً اس پر چڑھنے میں فضیلت ہوتی اور نبی کریم ﷺ نے جبلِ رحمت کے نیچے جس مقام پر قیام کیا اس کی فضیلت کا کسی نے انکار نہیں کیا ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

فإن ظفرتَ بموقفة الشّریف فهو غایةُ الفضل، (۱۷۲)

یعنی، پس وُقوف کرنے والے! اگر تُو نبی کریم ﷺ کے وُقوف فرمانے کی جگہ کو پانے میں کامیاب ہوجائے تو یہ فضل کی انتہاء ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی لکھتے ہیں:

افضل واکمل در حق مرد واقف آن است کہ اجتہاد کند درآنکہ واقع گردد وقوف اُو در موقف حضرت سید عالم ﷺ وآن موضع است بقرب جبل الرحمۃ (۱۷۳)

یعنی، مرد واقف کے حق میں افضل واکمل یہ ہے کہ اس کی کوشش کرے کہ اُس کا وقوف حضور سید عالم ﷺ کی جائے وقوف میں واقع ہو اور وہ جگہ جبل رحمت کے قریب ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ "نہر الفائق" (۱۷٤) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

و أما صعودُه أی جبل الرّحمة کما یَفعلُهُ العوامُ فلم یَذکُر أحدٌ ممّن یعتدُّ به فیه فضیلةٌ بل حکمُه حکمُ سائرِ أراضی عرفات، وادّعی الطّبریُّ و الماورديُّ أنه مستحبٌّ، و ردّهُ النّووی بأنّه لا أصلَ له لم یُرد فیه خبرٌ صحیحٌ و لا ضعیفٌ (۱۷۵)

۱۷۲۔ لُباب المناسك، باب الوقوف بعرفة و أحکامه، فصل: فی صفة الوقوف، ص۲۲٤ (۲۸۷)

۱۷۳۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب ششم: در بیان وقوف عرفات، فصل چهارم: ترتیب وقوف بعرفات إلخ، ص۱۸۲، ۱۸۳

۱۷٤۔ النّهر الفائق، کتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: بقرب الجبل، ۲/۸٤

۱۷۵۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، کتاب الحج، مطلبٌ: فی شروط الجَمع بین الصلاتین بعرفةَ، تحت قول التّنویر: بقرب جبل الرحمة، ۳/۵۹٦

اورعلامہ سید سلیمان اشرف حنفی نے "رد المحتار" میں علامہ شامی کے کلام کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ جبلِ رحمت پر چڑھنے کی فضیلت کسی نے اپنی تصنیف میں ذکر نہیں کی، یہ عوام کا معمول ہے اُس کا وہی حکم ہے جو ساری زمینِ عرفات کا ہے، طبری اور ماوردی نے مستحب کہا ہے لیکن امام نووی (شافعی) نے دونوں کا ردّ کیا ہے، مستحب ہونے کے لئے کسی دلیل کو ذِکر کرنا تھا حالانکہ روایاتِ صحیحہ تو کُجا کوئی ضعیف روایت بھی نہیں پائی جاتی ہے۔(۱۷٦)

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و أما صُعود النّاس الجبلَ فليس له أصلاً، و حرصُ النّاسِ على الوقوفِ فيه و مكثهم عليه قبلَ وَقتِهِ و بعدَه، و إيقادُ النِّيران عليه ليلةَ عرفةَ، و اختلاطُ الرّجالِ و النّسوانِ يومَها من البدع المستنكرة (۱۷۷)

یعنی، مگر لوگوں کے پہاڑ پر چڑھنا تو اُس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور لوگوں کا اس پر وقوف میں حرص اور اُن کا پہاڑ پر وقوف کے وقت سے قبل اور بعد ٹھہرنا اور عرفہ کی رات اُس پر آگ جلانا اور عرفہ کے روز مردوں اور عورتوں کا اختلاط سب مستنکرہ (قبیحہ) بدعتوں میں سے ہے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

يوم السبت، ۱۱ذوالحجة ۱٤۳۳ھ، ۲۷ اکتوبر۲۰۱۲م 814-F

وطنِ اقامت سے مدت سفر کو روانگی سے ہی وطنِ اقامت باطل ہو جاتا ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ہم مدینہ

۱۷٦۔ الحج مصنّفہ محمد سلیمان اشرف، مکروہات وقوف، ص ۱۲۸، ۲۹

۱۷۷۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الوقوف بعرفة و أحكامه، فصل: فی صفة الوقوف، تحت قوله: أخرى، رجاء أن تصادفه إلخ، ص۲۲٤، دار الكتب العلمية، (ص۲۸۸، المكتبة الإمدادية)

شریف میں پندرہ روز سے زائد کی نیت سے اقامت پذیر تھے، اسی دوران ایک دن ہم بدر شریف گئے اس سے قبل تو ہم نماز پوری پڑھ رہے تھے، واپسی پر پریشان ہوئے کہ نماز پوری پڑھیں یا قصر کریں کہ واپسی کے بعد ہمارے پاس قیام کے لئے پندرہ دن نہ تھے کہ پندرہ دن سے قبل ہماری واپسی تھی، اب اس صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(السائل: ابوطالب قادری، جمشید ٹاؤن، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں آپ بدر شریف کے ارادے سے مدینہ طیبہ سے جب نکلے تو آپ مسافر ہو گئے کیونکہ بدر شریف اور مدینہ طیبہ کے مابین مسافت سفر ہے، مدینہ شریف واپس آئے تو پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ تھا اس لئے مدینہ شریف میں مسافر ہی رہے۔

وطن تین ہوتے ہیں، وطنِ اصلی، وطنِ اقامت اور وطنِ سُکنیٰ، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰٦۹ھ لکھتے ہیں:

الوطنُ هو الذی وُلِدَ فيه، أو تزوَّجَ أو لم يتزوَّج و قَصَدَ التَّعيُّشَ لا الارتحالَ عنهُ

یعنی، وطن اصلی وہ ہے جہاں کوئی شخص پیدا ہوا ہو یا اس نے شادی کی ہو یا نہ کی لیکن وہاں سکونت پذیر ہونے کا ارادہ کیا وہاں سے جانے کا ارادہ نہ کیا۔

و وطَنُ الإقامةِ موضِعٌ نَوَى الإقامةَ فيه نِصفَ شهرٍ فما فوقَهُ

یعنی، وطنِ اقامت وہ ہے جہاں نصف مہینہ یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ کیا۔

وطنُ السُّكنٰى وهو ما ينوِی الإقامةَ فيه دونَ نصفِ شهرٍ (۱۷۸)

یعنی، وطن سُکنیٰ اور یہ وہ جگہ ہے جہاں نصف ماہ سے کم ٹھہرنے کا ارادہ کیا۔

اور محقّقین نے اس آخری کا اعتبار نہیں کیا ہے چنانچہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی لکھتے ہیں:

۱۷۸۔ نور الإيضاح، كتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، ص ۱۱۰

و لم یَعتبرِ المحقِّقُون وطنَ السُّکنٰی (۱۷۹)

یعنی، محقّقین نے وطن سُکنیٰ کا اعتبار نہیں کیا۔

چنانچہ علامہ عالم بن علاء انصاری ہندی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

و عبارة المُحقّقین مِن مشَایِخنَا: أنّ الوطنَ وطنانِ: وطن أصلیّ، ووطن سفر و لم یعتبروا وطن السکنی وطناً و هو الصّحیح (۱۸۰)

یعنی، ہمارے مشائخ میں سے محقّقین کی عبارت یہ ہے کہ بے شک وطن دو وطن ہیں، وطن اصلی اور وطن سفر اور وطنِ سکنیٰ کے وطن ہونے کا اعتبار نہیں کیا اور یہی صحیح ہے۔

اور وطن اقامت کو وطن سفر، جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارت میں ہے وطن مستعار اور وطن حادث بھی کہتے ہیں جیسا کہ "ردّ المحتار" (۱۸۱) میں مذکور ہے۔

اور وطن اصلی صرف وطن اصلی سے باطل ہوتا ہے جب کہ وطنِ اقامت اپنی مثل کے ساتھ اور وطن اصلی کے ساتھ اور انشاء سفر کے ساتھ بھی باطل ہو جاتا ہے چنانچہ علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

و یَبطُلُ الوطَنُ الأصلیُّ بمثِله لا السَّفرِ، وَ وَطَنُ الإقامةِ بمثِله و السَّفرِ و الأصليّ (۱۸۲)

یعنی، وطن اصلی اپنی مثل کے ساتھ باطل ہوتا ہے نہ کہ سفر کے ساتھ اور

۱۷۹۔ نور الإیضاح، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۱۱۰

۱۸۰۔ الفتاوی التّاتارخانیة، کتاب الصلاة، الفصل الثانی و العشرون، نوع آخر فی بیان ما یصیر المسافر به مقیماً بدون نیة الإقامة، ۲/۱۶

۱۸۱۔ ردّ المحتار، کتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، مطلب: فی الوطن الأصلی و وطن الإقامة، تحت قوله: الوطن الأصلی، ۲/۷۳۹

۱۸۲۔ کنز الدّقائق، کتاب الصّلاة، باب السّفر، ص ۱۷

وطن اقامت اپنی مثل کے ساتھ اور سفر اور وطن اصلی کے ساتھ۔

اور امام محبوبی صاحب وقایۃ الروایہ لکھتے ہیں:

و یُبطِلُ الوطنَ الأصليَّ مثلُهُ لا السَّفَرُ و وطَنَ للإقامةِ مثلُه و السَّفَرُ و الأصليُّ (۱۸۳)

یعنی، وطنِ اصلی کو اس کا مثل باطل کرتا ہے نہ کہ سفر اور وطنِ اقامت کو اس کا مثل، سفر اور وطنِ اصلی باطل کرتا ہے۔

اور علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

لأن الأصلَ أن الوطن الأصلی یَبطلُ بمثله دون السّفر و وطنُ الإقامة یَبطُلُ بمثله و بالسّفر و بالأصلی (۱۸۴)

یعنی، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ وطنِ اصلی اپنی مثل کے ساتھ باطل ہوتا ہے سوائے سفر کے اور وطنِ اقامت اپنی مثل کے ساتھ اور سفر کے ساتھ اور وطنِ اصلی کے ساتھ باطل ہوتا ہے۔

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

و یَبطُلُ وطنُ الإقامة بمثله و یَبطُلُ أیضاً بإنشاء السَّفَرِ بعده و بالعَود للوطن الأصليّ (۱۸۵)

یعنی، وطنِ اقامت اپنی مثل کے ساتھ باطل ہوتا ہے اور اس کے بعد سفر شروع کرنے کے ساتھ اور وطن اصلی کو لوٹنے کے ساتھ بھی باطل ہوتا ہے۔

الوطَنُ الأصليُّ یبطُلُ بمثِله لا غیرَ و یبطُلُ وطنُ الإقامةِ بمثِله و بالوطَنِ الأصليِ و بإنشاء السَّفَرِ، ملخصاً (۱۸۶)

۱۸۳۔ وقایة الروایة علی هامش کشف الحقائق، کتاب الصلاة، باب المسافر، ۱/۸۰۔ مختصر الوقایة مع شرحه للدرکانی، کتاب الصلاة، باب المسافر، ۱/۱۹۳، ۱۹۴

۱۸۴۔ الهدایة، کتاب الصّلاة، باب المسافر، ۱۔۲/۹۸

۱۸۵۔ مراقی الفلاح، کتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، ص ۲۵٤

۱۸٦۔ الدّر المختار، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۱۰٦

یعنی، وطن اصلی اپنی مثل کے ساتھ باطل ہو جاتا ہے نہ اس کے غیر سے
اور وطنِ اقامت اپنی مثل سے اور وطن اصلی سے اور سفر شروع کرنے
سے باطل ہو جاتا ہے۔

و أمَّا وطَنُ الإقامةِ فله ما يُساوِيه و ما فَوقَه فيبطُلُ بكلٍّ منهما و
بإنشاءِ السَّفَر أيضاً لأنَّه ضدُّهُ (١٨٧)

یعنی، مگر وطن اقامت تو اس کے لئے باطل کرنے والا وہ ہے جو اس کے
برابر ہے اور وہ جو اس سے اوپر ہے پس وہ دونوں میں سے ہر ایک کے
ساتھ باطل ہو جائے گا اور انشاءِ سفر سے بھی کیونکہ وہ اس کی ضد ہے۔

وطنِ اقامت انشاءِ سفر سے باطل ہو جاتا ہے اور انشاءِ سفر سے مراد ہے کہ کوئی شخص وطن اقامت سے ایسی جگہ کے ارادے سے نکلے جو جگہ اس وطنِ اقامت سے تین دن تین رات کی راہ پر ہو یعنی اس سے ۹۲ کلومیٹر دُور ہو چنانچہ علامہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

و الأصلُ أنَّ الـوطنَ الأصليَّ يبطُلُ بالوطنِ الأصليّ دونَ وطنِ
الإقـامةِ و إنشاءِ السَّفَرِ، و هو أن يخرجَ قاصداً مكاناً يصِلُ إليه
فى مدّةِ السَّفَرِ لأنَّ الشَّىءَ إنَّما يَبطُلُ بما فوقه أو ما يُساوِيه (١٨٨)

یعنی، قاعدہ ہے کہ وطن اصلی باطل ہوتا ہے وطن اصلی کے ساتھ سوائے
وطنِ اقامت اور انشاءِ سفر کے اور وہ انشاءِ سفر یہ ہے کہ وہ ایسی جگہ کا
ارادہ کر کے نکلے جہاں مدتِ سفر میں پہنچے کیونکہ شئے اپنے اوپر کے
ساتھ یا اپنے مساوی کے ساتھ باطل ہوتی ہے۔

اور امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۶۸۱ھ لکھتے ہیں:

١٨٧۔ العناية، كتاب الصّلاة، باب المسافر، ٢/١٦
١٨٨۔ العناية، كتاب الصلاة، باب المسافر، تحت قوله: مَن كان له وطن إلخ، ٢/١٦

و وطنُ الإقامة يَنتَقِضُ بالأصليّ و وطنُ الإقامةِ و السَّفرِ (١٨٩)

یعنی، وطنِ اقامت ٹوٹ جاتا ہے اصل کے ساتھ اور وطن اقامت کے
ساتھ اور سفر کے ساتھ۔

اور علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی لکھتے ہیں:

و مِن حُكمِ وطنِ السَّفَرِ أنَّه يَنتقِضُ بالوطنِ الأَصليّ لأنّه فوقه و
يَـنتـقِـضُ بـوطَـنِ السَّـفَـرِ لأَنَّه مثلُه و يَنتقِضُ بإنشاءِ السَّفَر لأنَّه
ضدُّه (١٩٠)

یعنی، وطنِ سفر (یعنی وطنِ اقامت) کے حکم سے ہے کہ وہ وطن اصلی کے
ساتھ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ وہ اس سے اُوپر ہے اور ٹوٹ جاتا ہے وطن
سفر کے ساتھ کیونکہ وہ اُس کی مثل ہے اور ٹوٹ جاتا ہے سفر شروع
کرنے کے ساتھ کیونکہ وہ اُس کی ضد ہے۔

اور وطنِ اقامت وطنِ اصلی کے ساتھ باطل ہو جاتا ہے کیونکہ وطن اصلی وطنِ اقامت سے زیادہ قوی ہے، چنانچہ امام قوام الدین امیر کاتب بن امیر عمر اتقانی حنفی متوفی ۷۵۸ھ لکھتے ہیں:

و وطنُ الإقامةِ يَبطُلُ بالأصليّ لأنَّه أقوى منه (١٩١)

یعنی، اور وطن اقامت کو باطل کر دیتا ہے وطن اصلی کیونکہ وہ اس سے
زیادہ قوی ہے۔

اور اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص مکہ میں پندرہ دن کی اقامت کی نیت سے ٹھہرا ہوا ہو پھر منیٰ کو اپنا وطن اصلی بنا لے، چنانچہ علامہ سید محمد ابن امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

١٨٩۔ فتح القدير، ٢/١٦
١٩٠۔ الكفاية، كتاب الصّلاة، باب المسافر، ٢/١٧
١٩١۔ غاية البيان و نادرة الأقران، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ق١٠٩/أ، ب

قـولـه: و "بالوطنِ الأصليّ" كما إذا توطَّنَ بمكَّةَ نصفَ شهرٍ ثُمَّ تأهَّلَ بمنى، أفادَهُ "القهستانى" (١٩٢)

یعنی، وطن اقامت وطن اصلی کے سات باطل ہو جاتا ہے جیسا کہ جب مکہ مکرمہ کو آدھے مہینے کے لئے وطن بنایا پھر منی میں شادی کی "قهستانی" (١٩٣) نے اس کا افادہ کیا ہے۔

اور وطنِ اقامت اپنی مثل کے ساتھ باطل ہو جاتا ہے یعنی ایک جگہ پندرہ روز اقامت کی نیت سے ٹھہرا پھر دوسری جگہ اقامت کی نیت کر لی تو پہلا وطن اقامت باطل ہو جائے گا چاہے ان دونوں کے مابین مسافت سفر ہو یا نہ ہو چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

قـولـه: "بـمثـلـه" أي: سـواءٌ كـان بينهمـا مسيرة سفرٍ أو لا "قهستانى" (١٩٤)

یعنی، وطن اقامت اپنی مثل کے ساتھ باطل ہو جاتا ہے یعنی برابر ہے کہ ان دونوں کے مابین مسافت سفر ہو یا نہ ہو "قهستانى" (١٩٥)

اور دوسرا وطن اقامت پہلے وطن اقامت سے زیادہ قوی ہے چنانچہ امام اتقانی حنفی لکھتے ہیں:

و بـوطَنِ الإقامةِ لأنَّه مثلُه بل الثّاني أقوى من الأولِ، لأنَّ الأوَّلَ انتَـقَـضَ حـقيقةً، و إنَّما بَقِيَ حكمُه، و هو أنَّه يصِيرُ مقيماً متى عَادَ إليه قبلَ أن يصيرَ مسافراً (١٩٦)

١٩٢ ـ ردّ المحتار على الدّر المختار، كتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، تحت قوله و بالوطن الأصلى، مطلب فى الوطن الأصلى و وطن الإقامة، ٧٣٩/٢

١٩٣ ـ جامع الرّموز، كتاب المسافر، فصل صلاة المسافر، ٢٥٨/١

١٩٤ ـ ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، تحت قوله: بمثله، مطلب فى الوطن الأصلى و وطن الإقامة، ٧٣٩/٢

١٩٥ ـ جامع الرموز، كتاب الصلاة، فصل صلاة المسافر، ٢٥٨/١

١٩٦ ـ غاية البيان و نادرة أقران، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ق١٠٩/ب

یعنی، (ایک وطن اقامت دوسرے) وطن اقامت کے ساتھ باطل ہوتا ہے کیونکہ وہ اس کی مثل ہے بلکہ پہلے سے زیادی قوی ہے کیونکہ پہلے کا حقیقۃً وطن اقامت ہونا ٹوٹ گیا اور اس کا صرف حکم باقی ہے اور وہ حکم یہ ہے کہ وہ شخص مقیم ہو جائے گا جب مسافر ہونے سے قبل اس کی طرف لوٹا۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ٨ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ١٨ اکتوبر ٢٠١٢ م 820-F

حاجی کا تجارت کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ عام طور پر لوگ جب حج پر جاتے ہیں تو اپنے عزیز و اقارب، دوست احباب کے لئے تحفے تحائف خریدتے ہیں تو کچھ لوگ اُن پر لعن طعن کرتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ حج پر خرید وفروخت شرعاً ممنوع ہیں، کیا تحفے تحائف خریدنے کی شرعاً کوئی ممانعت ہے اور اگر نہیں ہے تو بہتر کیا ہے حج سے قبل خریدے یا حج کی ادائیگی کے بعد؟

(السائل: محمد حسنین، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: حج پر جانے سے مقصود تجارت نہ ہو، حج اصل ہو اور تبعاً تجارت کرے تو اس کی اجازت قرآن کریم کی آیت کریمہ کی اس آیت کریمہ سے مستفاد ہے:

﴿وَ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (١٩٧)

ترجمہ: تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔

اِس کے تحت صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی حنفی متوفی ١٣٦٧ھ لکھتے ہیں:

بعض مسلمانوں نے خیال کیا کہ راہِ حج میں جس نے تجارت کی یا اونٹ کرایہ پر چلائے اُس کا حج ہی کیا، اُس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

١٩٧ ـ البقرة: ١٩٨/٢

مسئلہ: جب تک تجارت سے افعالِ حج کی ادا میں فرق نہ آئے اُس وقت تک تجارت مباح ہے۔(خزائن العرفان)

اورتحائف کی خریداری میں افضل یہ ہے کہ حج کے بعد خریدے۔

حدیث شریف میں ہے کہ

عن أبی اُمامةَ التّیمی قال، قلتُ: لابن عمر: إنّا قومٌ نُکرَی، فهَل لَنـا مِـنْ حَجّ؟ قَالَ: اَلَسْتُمْ تَطُوفُوْنَ بِالْبَیْتِ، وَ تَأْتُوْنَ الْمُعَرَّفَ، وَتَـرْمُـوْنَ الْـجِـمَارَ، وَ تُحَلِّقُوْنَ رُؤُوْسَکُمْ؟ قُلْنَا: بَلٰی! قَالَ: جَاءَ رَجُـلٌ إِلَـی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَأَلَهٗ عَنِ الَّذِیْ سَأَلْتَنِیْ، فَلَمْ یُجِبْهُ، حَتّٰی نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ علیه السلام بِهٰذِهِ الآیَةِ: ﴿وَ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ﴾، فَقَالَ: "أَنْتُمْ حُجَّاجٌ" (۱۹۸)

یعنی، ابواُمامہ تیمی سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کی ہم کرایہ پر اونٹ چلانے والے لوگ ہیں، کیا ہمارا حج ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: کیا تم بیت اللہ شریف کا طواف نہیں کرتے، عرفات نہیں جاتے، رمی جمار نہیں کرتے، اور اپنے سروں کو نہیں منڈواتے، ہم نے عرض کی، کیوں نہیں، فرمایا، ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آیا اُس نے یہی سوال کیا جو تم نے کیا ہے تو آپ ﷺ نے اُسے کوئی جواب ارشاد نہ فرمایا یہاں تک حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے: ﴿وَ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ﴾ (ترجمہ: تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو) تو حضور ﷺ نے فرمایا ''تم لوگ حاجی ہو''۔

۱۹۸۔ سُنَن الدّار قطنی، کتاب الحجّ، برقم: ۲۷۳۰، ۱۔۲/۲۵۷، و اللّفظ له، و برقم: ۲۷۲۵، ۱۔۲/۲۵۶۔ تفسیر الطبری، سورة البقرة، الآیة: ۱۹۸، ۲/۲۹۴۔ تفسیر القرطبی، سورة البقرة، الآیة: ۱۹۸، ۱/۲/۴۱۴۔ تفسیر الحدّاد، سورة البقرة، الآیة: ۱۹۸، ۱/۲۸۴، ۲۸۵۔ تفسیر السمرقندی، سورة البقرة، الآیة: ۱۹۸، ۱/۱۳۳

اس آیت کے تحت فقیہ ابواللیث نصر بن محمد حنفی متوفی ۳۷۳ھ لکھتے ہیں کہ

" ذلك أنهم کانو إذا حجّوا، کفو عن التّجارة و طلبِ المُعِیشة فـی الحجّ، فجعلَ لهم رخصةً فی ذلك، فقال تعالیٰ: ﴿وَ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ﴾ أی لامأثمه علیکم أن تَطلبُوا رزقاً مِن رَبکم لِنا التّجارَةِفی اَیَّامِ الحجّ (۱۹۹)

یعنی، یہ اس لئے کہ وہ جب حج کرتے تو تجارت اور طلب معاش سے رُک جاتے نہ (کوئی چیز) خریدتے نہ بیچتے یہاں تک کہ اُن کے حج میں جو ایّام گزر جائیں تو اُن کے لئے اس میں رُخصت دے دی، پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ﴾ (ترجمہ: تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو)

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی لکھتے ہیں:

إذا ثبتَ هـذا فـفـی الآیة دلیـلٌ عـلـی جـواز التّجارة فی الحجّ لـلحاجِّ مع أداء العبادة وأن القصد إلی ذلك لا یکون شرکاً، و لا یخرجُ به المکلّف عن رسم الإخلاص المفترض علیه (۲۰۰)

یعنی، جب یہ ثابت ہو گیا تو آیت میں حاجی کے لئے حج میں عبادت کی ادائیگی کے ساتھ تجارت کے جواز کی دلیل ہے اور اس کا مقصد (حج کے ساتھ تجارت کی) شرکت نہیں ہے اور اس سے مکلّف رسم اخلاص سے خارج نہیں ہوتا جو کہ اس پر فرض ہے۔

وأمَـا إنّ الـحج دون التّجارة أفضلُ، لعُرُوّها عن شَوَائب الدُّنیا و تعلّق القلب لغیرها (۲۰۱)

۱۹۹۔ تفسیر السّمر قندی، سورة البقرة، الآیة: ۱۹۴۔۲۰۲، ۱/۱۳۳

۲۰۰۔ الجامع لأحکام القرآن، سورة البقرة، الآیة: ۱۹۸، ۱/۲/۴۱۳

۲۰۱۔ الجامع الأحکام القرآن، سورة البقرة، الآیة: ۱۹۸، ۱/۲/۴۱۴

یعنی، مگر تجارت کے بغیر حج شوائب دنیا سے اور دل کے غیر کے ساتھ
تعلّق کے خالی ہونے کی وجہ سے افضل ہے۔

علامہ طبری روایت کرتے ہیں کہ

عن أبی صالح مولی عمر، قال:قلت لعمر: یا اَمیر المؤمنین، کنتم تتجرون فی الحجّ؟ قال: وهل کانت معاشیهم إلا فی الحجّ (٢٠٢)

یعنی، ابوصالح مولیٰ عمر سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کی، اے امیر المؤمنین! آپ لوگ حج میں تجارت کیا کرتے تھے؟ فرمایا کہ ان کا معاش نہیں تھا مگر حج میں۔

اورحضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

عن عمر بن دینار، قال ابن عباس "کَانَ عُکَاظُ، مِجَنَّةٌ، و ذُوالمَجَازِ أَسْوَاقًا فِی الْجَاهِلِیّةِ (فکانوا یتّجرون فیها)، فَلَمَّا کَانَ الإِسْلَامُ کَأَنَّهُمْ کَرِهُوا أَنْ یَتَّجِرُوْا فِی الْحَجِّ، فَسَأَلُوا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿**وَ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ**﴾ فی مواسم الحجّ" (٢٠٣)

یعنی، عمر بن دینار سے مروی ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ عکّاظ، مجنّہ اور ذوالمجاز یہ زمانۂ جاہلیت میں بازاریں تھیں لوگ اِن میں تجارت کرتے تھے پس جب اسلام آیا تو گویا کہ انہوں نے حج میں تجارت کو ناپسند سمجھا، اور

٢٠٢۔ تفسیر الطبری سورۃ البقرۃ، الآیۃ:١٩٨، ٢/٢٩٦

٢٠٣۔ تفسیر ابن أبی حاتم الرّازی، سورۃ البقرۃ، برقم: ١٨٨١، ١/٣١١
تفسیر الطّبری، سورۃ البقرۃ، الآیۃ: ١٩٨، ٢/٢٩٧۔
الدّر المنثور فی تفسیر بالمأثور، سورۃ البقرۃ، الآیۃ: ١٩٨، ١/٤٩٧

رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا "تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے ربّ کا فضل تلاش کرو"، ایامِ حج میں۔ (٢٠٤)

اورحضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے:

عن علی بن أبی طلحة، عن ابن عباس قوله: ﴿**وَ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ**﴾ یقول: لَا حَرَجَ عَلَیْکُمْ فِی الشِّرَاءِ وَ الْبَیْعِ، قَبْلَ الإِحْرَامِ وَ بَعْدَهُ (٢٠٥)

یعنی، حضرت علی بن ابی طلحہ سے مروی ہے کہ وہ حضرت ابن عباس سے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ آپ فرماتے ہیں کہ تم پر احرام سے قبل اور اس کے بعد خرید وفروخت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لہٰذا حج کے ساتھ تجارت شرعاً جائز ہے جبکہ اس سے حج کے افعال کی ادائیگی میں خلل واقع نہ ہو اگرچہ تجارت کے بغیر حج افضل ہے۔ اور یہ اُس وقت ہے جب تجارت ہو اور تجارت میں خرید وفروخت دولت کمانے کی غرض سے ہوتی ہے جب کہ یہاں یہ مقصد نہیں ہوتا حاجی وہاں سے جو کچھ خریدتا ہے وہ تحفے کے طور پر اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو دینے کے لئے خریدتا ہے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٩ ذی قعدہ ١٤٣٤ھ، ١٦ سبتمبر ٢٠١٣م 865-F

❁❁❁❁❁

٢٠٤۔ حج کے کلمات قرآن کریم میں نہیں ہیں شاید یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت ہو جیسا کہ عطا تابعی نے یہی ہے کہ هکذا قرأها ابن عباس (تفسیر الطبری، سورۃ البقرۃ، الآیۃ: ١٩٨، برقم: ٣٧٧٦، ٢/٢٩٥)، اسی طرح عکرمہ کا قول ہے کہ یہ آیت اسی طرح پڑھی جاتی تھی (تفسیر الطبری، سورۃ البقرۃ، الآیۃ: ١٩٨، برقم: ٣٧٦٩، ٢/٢٩٤)

٢٠٥۔ تفسیر ابن أبی حاتم الرّازی، سورۃ البقرۃ، برقم: ٨٨٢، ١/٣١٢

مآخذ ومراجع

١ـ **إرشاد السّاری** إلی مناسك الملّا علی القاری۔ للمکی، حسین بن محمد سعید بن عبدالغنی الحنفی (ت١٣٦٦ھ)، دار الکتب العلمية، بیروت، الطّبعة الأولی ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م

٢ـ **أنوار البشارة** فی مسائل الحجّ والزّیارة، للإمام أحمد رضا بن نقی علی خان المحدّث الهندی الحنفی (ت١٣٤١ھ)، تحریك إصلاح العقائد، میتهادر، کراتشی

٣ـ **الإیضاح** فی شرح الإصلاح، لابن کمال پاشا، للإمام شمس الدّین أحمد بن سلیمان الحنفی (ت٩٤٠ھ)، تحقیق الدّکتور عبداللّٰه داؤد خلف المحمّدی والدّکتور شمس الدّین أمیر الخزاعی، دارُالکتب العلمية، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤٢٨۔ ٢٠٠٧م

٤ـ **البحر الرّائق** شرح کنز الدّقائق۔ لابن نجیم، زین الدّین بن إبراهیم بن محمد المصری الحنفی (ت٩٧٠ھ)، ضبطه الشّیخ زکریا عمیرات، دارُالکتب العلمية، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤١٨ھ۔١٩٩٧م

٥ـ **بدائع الصنائع** فی ترتیب الشرائع۔ للکاسانی، علاؤ الدین أبی بکر بن مسعود الحنفی (ت٥٨٧ھ) تحقیق و تعلیق علی محمد معوض و عادل أحمد، دار الکتب العلمية، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٨ھ۔ ١٩٩٧م

٦ـ **بدایة المبتدی** (متن الهدایة)، للمرغینانی، برهان الدین أبی الحسن علی بن أبی بکر الحنفی (ت٥٩٣ھ)، دارالأرقم، بیروت

٧ـ **البنایة** شرح الهدایة، للعینی، الإمام محمود بن محمد بن موسی المعروف بدرالدّین الحنفی (ت٨٥٥ھ)، تحقیق أیمن صالح شعبان، دارُالکتب العلمية، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤٢٠ھ۔٢٠٠٠م

٨ـ **بهار شریعت**، للأعظمی، محمد أمجد علی صدرالشریعة الحنفی (ت١٣٦٧ھ)، مکتبه إسلامیة، لاهور

٩ـ **تبیین الحقائق** شرح کنزالدّقائق، للزّیلعی، الإمام فخرالدِّین عثمان بن علی الحنفی (ت٧٤٣ھ)، تحقیق الشّیخ أحمد عزّوعنایة، دارُالکتب العلمية، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤٢٠ھ۔٢٠٠٠م۔

١٠ـ **التجرید** (الموسوعة الفقهیة المقارنة)، للقدوری، الإمام أبی الحسین أحمد بن محمد بن جعفر الحنفی (ت٤٢٨ھ)، تحقیق الدّکتور محمد أحمد سراج والدّکتور علی جعمة محمد، مکتبه محمودیة، قندهار

١١ـ **التحریرُالمختار**، للرّافعی، مفتی الدّیار المصریّة العلامة عبدالقادر الحنفی (ت١٣٢٣ھ)، تحقیق عبدالمجید طعمه الحلبی، دارُالمعرفة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤٢٠ھ۔٢٠٠٠م

١٢ـ **التصحیح و الترجیح**، للعلامة قاسم بن قطلوبغا الحنفی (ت٨٧٩ھ)، تحقیق ضیاء یونس، دار الکتب العلمية، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٣ھ۔ ٢٠٠٢م

١٣ـ **تفسیرُ الطَّبُری**، لابن جریر، الإمام أبی جعفر محمد بن جریر(ت٣١٠ھ)، دارالکتب العلمية، بیروت، الطّبعة الرّابعة ١٤٢٦ھ۔ ٢٠٠٥م

١٤ـ **تفسیر ابن أبی حاتم**، للإمام الحافظ عبد الرحمٰن بن أبی حاتم محمد التّمیمی الحنظلی (ت٣٢٧ھ)، دار الکتب العلمية، بیروت، الطّبعة الأولی ١٤٢٧ھ۔ ٢٠٠٦م

١٥ـ **جامع الرّموز**، للقهستانی، شمس الدین محمد الخراسانی (٩٦٢ أو ٩٠٠ھ)، أیج أیم سعید کمبنی، کراتشی

١٦ـ **الجامع الصّحیح**، وهوالسُّنَن التّرمذی، للإمام أبی عیسیٰ محمد بن عیسی (ت٢٧٩ھ)، تحقیق محمود محمد محمود حسن نصّار، دارُالکتب العلمية، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤٢١ھ۔٢٠٠٠م

١٧ـ **الجامع الصّغیر**، للإمام محمد بن الحسن الشیبانی (ت١٨٩ھ)، تحقیق الدکتور محمد بوینو کالن، دار ابن حزم، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٣٢ھ۔ ٢٠١١م

١٨ـ **الجامع لأحکام القرآن**، للقُرطبی، الإمام أبی عبد اللّٰه محمد بن أحمد الأنصاری المالکی (٦٦٨ھ)، دار إحیاء التّراث العربی، بیروت، الطّبعة الأولی ١٤١٦ھ۔ ١٩٩٥م

١٩ـ **الجوهرة النیّرة**، للحدّادی، العلامة علی بن أبی بکر الحنفی (ت٨٠٠ھ)، میر محمد کتب خانه، کراتشی

٢٠ـ **حاشیة الطّحطاوی** علی الدّرّ المختار، للعلامة أحمد بن محمد الحنفی (ت ١٢٣١ھ)، دار المعرفة، بیروت، الطّبعة ١٣٩٥ھ۔ ١٩٧٥م

٢١ـ **الحج**، للعلامة محمد سلیمان أشرف الحنفی، قطب مدینه پبلشرز، کراچی

٢٢ـ **حیاة القلوب** فی زیارة المحبوب۔ للسّندی، المخدوم محمد هاشم بن عبدالعفورالحارثی السندی الحنفی (ت١١٧٤ھ)، إدارة المعارف، کراتشی ١٣٩١ھ

٢٣ـ **خَزَائِنُ العِرفان**، لصدر الأفاضل، السّیّد محمد نعیم الدّین الحنفی (ت ١٣٦٧ھ)، المکتبة الرّضویة، کراتشی

٢٤ـ **الدُّرُّ المختار** (شرح تنویر الأبصار)۔ للحصکفی، علاؤ الدین محمد بن علی الحصنی الحنفی (ت١٠٨٨ھ) تحقیق عبدالمنعم خلیل إبراهیم، دارالکتب العلمية، بیروت، الطّبعة الأولی ١٤٢٣ھ۔ ٢٠٠٢م

٢٥ـ **الدُّرُّ المنثور** فی التّفسیر بالمأثور، للسّیوطی، الإمام جلال الدّین عبد الرحمٰن بن أبی بکر الشّافعی (ت ٩١١ﻫ)، دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطّبعة الأولٰی ١٤٢١ﻫـ ٢٠٠٠م

٢٦ـ **ردّ المحتار** علی الدُّرّ المختار۔ للشّامی، محمد أمین بن عمر ابن العابدین الحنفی، تحقیق عبدالمجید طعمه الحلبی (ت١٢٥٢ﻫ)، دار المعرفة ، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٠ﻫـ ٢٠٠٠م

٢٧ـ **السّراج الوهّاج** شرح مختصر القدوری، للحدادی، الإمام أبی الحسین أحمد بن محمد البغدادی الحنفی (ت ٨٠٠ﻫ)، مخطوط مصوّر مخزونة فی المکتبة

٢٨ـ **سُنَن ابن ماجة** ، للإمام أبی عبداللّٰه محمد بن یزید القزوینی (ت٢٧٣/٢٧٥ ﻫ)، تحقیق محمود محمد محمود حسن نصّار، دارُالکتب العلمیّة، بیروت، الطّبعة الأولٰی١٤١٩ﻫـ١٩٩٨م

٢٩ـ **سُنَن أبی داؤد** ، للإمام سلیمان بن أشعث السّجستانی (ت٢٧٥ ﻫ)، تعلیق عبید الدّعاس وعادل السّید، دارإبن حزم، بیروت، الطّبعة الأولٰی١٤١٨ﻫـ ١٩٩٧م

٣٠ـ **سُـنَنَ الدّارقُطنی**، للإمام علی بن عمر البغدادی (ت ٣٨٠ ﻫ)، تعلیق مجدی بن منصور، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٧ﻫـ ١٩٩٦م

٣١ـ **السّنن الکبری** ، للإمام أبی بکر أحمد بن حسین بن علی البیهقی (ت ٤٥٨ ﻫ)، تحقیق محمد عبد القادر عطاء، الطّبعة ١٤٢٠ﻫـ ١٩٩٩م

٣٢ـ **شرح الجامع الصّغیر** ، للإمام عمر بن عبد العزیز ابن مازه الملقّب بالصّدر الشّهید البخاری الحنفی (ت٥٣٦ ﻫ)، تحقیق الدکتور صلاح عوّاد جمعه عبد الله الکبیبی و غیرهم، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٧ﻫـ ٢٠٠٦م

٣٣ـ **شرح مختصر الطّحاوی**، للإمام أبی بکر الجصّاص الرّازی الحنفی(ت٣٧٠ﻫ) تحقیق عصمة الله عنایة الله محمد، دار البشائر الإسلامیة، بیروت، الطّبعة الثّانیة، ١٤٣١ﻫـ ٢٠١٠م

٣٤ـ **شرح معانی الآثار** ، للإمام أبی جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطّحاوی الحنفی (ت ٣٢١ﻫ)، تحقیق محمد زهری النّجّار و محمد سیّد جاد الحقّ، عالم الکتب، بیروت، الطّبعة الأولی ١٤١٤ﻫـ ١٩٩٤م

٣٥ـ **صحیح مسلم**، للإمام مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری (ت٢٦١ﻫ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢١ﻫـ ٢٠٠١م

٣٦ـ **العنایة** وهو شرح علی الهدایة، للبابرتی، الإمام أکمل الدّین محمد بن محمد بن محمود الحنفی (ت٧٨٦ﻫ)، اعتنی به أبو محروس عمروبن محروس، داراحیاء التّراث العربی، بیروت

٣٧ـ **غـایة البیان** ونادرة الأقران، (وهو شرح علی الهدایة)، للإتقانی، الإمام قوام الدّین أمیر کاتب بن أمیر عمرالحنفی (ت٧٥٨ﻫ)، مخطوط مصوّر

٣٨ـ **غنیة ذوی الأحکام** فی بُغیة دُرَرِ الحُکّام، للشرنبلالی، العلامة أبی الإخلاص حسن بن عمّار الحنفی (ت١٠٦٩ﻫ)، مطبعة أحمد کامل الکائنة فی دارالسّعادة١٣٢٩ﻫ

٣٩ـ **غُنیة النّاسك** فی بُغیةُ المناسك، للعلامة محمد حسن شاه، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة، کراتشی، الطّبعة الأولیٰ١٤١٧ﻫ

٤٠ـ **الفتاوی التّاتارخانیة** ، للعلامة عالم بن علاء الأنصاری الأندریتی الدّهلوی الحنفی (ت٧٨٦ﻫ)، تحقیق القاضی سجاد حسین، دار احیاء التّراث العربی، بیروت، الطّبعة الأولی ١٤٢٥ﻫـ ٢٠٠٤م

٤١ـ **الفتاوی الظّهیریّة**، للإمام ظهیر الدِّین أبی بکر محمد بن أحمد البخاری الحنفی (ت٦١٩ ﻫ)، مخطوط مصوّر، المخزون فی دارِ الکتب لجمعیّة إشاعة أهل السنّة، میتهادر، کراتشی

٤٢ـ **فتاوی قاضیخان** (علی هامش الهندیة)، للأوزجندی، للإمام حسن بن منصور الحنفی (ت ٥٩٢ﻫ)، دار المعرفة، بیروت، الطّبعة الثالثة ١٣٩٣ﻫـ ١٩٧٣م

٤٣ـ **فتاوی قاضیخان**، للأوزجندی، للإمام حسن بن منصور الحنفی (ت ٥٩٢ ﻫ)، دار الفکر، بیروت، الطّبعة الأولی١٤٢٩ﻫـ ٢٠٠٠م

٤٤ـ **الفتاویٰ الهندیة**، المسمّاة الفتاوی العالمکیریة، للشّیخ نظام (ت١١٦١ ﻫ)، وجماعة من علماء الهند، دار الفکر ، بیروت، الطّبعة الثالثة ١٤٢٩ﻫـ ٢٠٠٠م

٤٥ـ **الفتاویٰ الهندیة**، المسمّاة الفتاوی العالمکیریة، للشّیخ نظام (ت١١٦١ ﻫ)، وجماعة من علماء الهند، دار المعرفة، بیروت، الطّبعة الثالثة ١٣٩٣ﻫـ ١٩٧٣م

٤٦ـ **فتح الرحمانی** فی فتاوی السید ثابت أبی المعانی، مکتبة القُدس، کوئتة

٤٧ـ **فتح القدیر** ، لابن الهمام، کمال الدین محمد بن عبدالواحد الحنفی (ت٨٦١ ﻫ)، داراحیاء التّراث العربی، بیروت

٤٨ـ **فتح المعین** علی شرح الکنز لمنلا مسکین، للعلامة السید محمد أبی السعود الحنفی، مکتبة العجائب لزخز العلوم، کوئتة

٤٩ـ **الکفایة** شرح الهدایة (معه فتح القدیر)، للإمام جلال الدّین الکرلانی الحنفی (ت ٦٧٦ ﻫ)، دار إحیاء التّراث العربی، بیروت۔

٥٠ـ **کنزالدّقائق**، للنّسفی، حافظ الدین أبی البرکات عبداللّٰه بن محمود بن أحمد الحنفی (ت ٧١٠ﻫ)، اعتنی به راشد مصطفی الخلیلی، المکتبة العصریة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤٢٥ﻫـ٢٠٠٥م

٥١ـ **لُباب المناسك** وعُبَاب المسالك (مع شرحه للقاری)، للإمام رحمة اللّٰه بن عبداللّٰه بن

إبراهيم الدّربيلى السِّندى الحنفى (ت٩٩٣ ھ)، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ١٤١٩ھ- ١٩٩٨م

٥٢- **لُباب المناسك** وعُبَاب المسالك (مع شرحه للقارى)، للإمام رحمة اللّٰه بن عبداللّٰه بن إبراهيم الدّربيلى السِّندى الحنفى (ت٩٩٣ ھ)، محقّق محمد طلحه بلال أحمد مينار، المكتبة الإمدادية، مكة المكرمة، الطّبعة الأولىٰ ١٤٣٠ھ- ٢٠٠٩م

٥٣- **المبسوط**، للإمام السرخسى، شمس الدين أبو بكر محمد بن أحمد بن أبى سهل الحنفى (ت٤٨٣ھ)، دار الفكر، بيروت، الطّبعة الأولى ١٤٢٠ھ-٢٠٠٠م

٥٤- **المحيط البرهانى** ، لابن مازة، الإمام محمود بن أحمد بن عبد العزيز النجارى الحنفى (ت٦١٦ھ)، تحقيق الشيخ أحمد عزّ و عناية، دار احياء التراث العربى، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٤ھ- ٢٠٠٣م

٥٥- **المحيط البرهانى**، للبخارى، أبى المعالى محمود بن صدر الشريعة ابن مازه الحنفى (ت٦١٦ھ)، إدارة القرآن و العلوم الإسلامية، كراتشى ١٤٢٤ھ- ٢٠٠٤م

٥٦- **المختار الفتوى** ، للموصلى، الإمام مجدالدّين عبداللّٰه بن محمود الحنفى (ت٦٨٣ ھ)، تحقيق مركز البحوث والدّراسات، مكتبة نزارمصطفىٰ الباز، مكة المكرمة، الطّبعة الأولىٰ١٤١٨ھ-١٩٩٧م

٥٧- **مختصر اختلاف العلماء**، صنّفه الإمام أبو جعفر أحمد بن محمد الطّحاوى الحنفى (ت٣٢١ھ)، واختصره الإمام أبو بكر أحمد بن على الجصّاص الرّازى الحنفى (ت٣٧٠ھ)، تحقيق د- عبد اللـه نذير أحمد، دار البشائر الاسلامية، بيروت، الطّبعة الثّانية، ١٤٧١ھ- ١٩٩٦م

٥٨- **مختصر القدورى** ، للإمام أبى الحسن أحمد بن محمد بن أحمد بن جعفر البغدادى الحنفى(ت٤٢٨ ھ)، تحقيق الشّيخ كامل محمد محمد عويضة، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ١٤١٨ھ-١٩٩٧م

٥٩- **مختصر الوقاية** (مع شرحه للدركانى)، لصدر الشّريعه، الإمام الفقيه عبيد الله بن مسعود الحنفى (ت٧٤٧ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٦ھ- ٢٠٠٥م

٦٠- **مختصرالطحاوى**، للإمام المحدّث الفقيه المفسّر أبى جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الأزرى المصرى الحنفى (ت٣٢١ ھ)، تحقيق وتعليق ابوالوفا الأفعانى، دارإحياء العلوم، بيروت، الطّبعة الأولىٰ١٤٠٦ھ

٦١- **مختصرالطحاوى**، (مع شرحه للرازى) للإمام المحدّث الفقيه المفسّر أبى جعفر أحمد بن

محمد بن سلامة الأزرى المصرى الحنفى (ت٣٢١ ھ)، تحقيق عصمة الله عناية الله محمد، دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطّبعة الثّانية، ١٤٣١ھ - ٢٠١٠م

٦٢- **مراقى الفلاح** فى شرح نور الإيضاح، للشرنبلالى، العلامة حسن بن عمار الحنفى (١٠٦٩ھ)، مكتبة مرزوق، دمشق

٦٣- **المسالك** فى المناسك، للكرمانى، أبى منصور محمد بن مكرّم بن شعبان الحنفى (ت٥٩٧ھ)، تحقيق الدكتور سعود بن إبراهيم، دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٤ھ- ٢٠٠٣م

٦٤- **المسلك المتقسط** فى المنسك المتوسّط، للقارى، نور الدين على بن محمد سلطان الهروى الحنفى (ت١٠١٤ھ)، محقّق محمد طلحه بلال أحمد مينار، المكتبة الإمدادية، مكة المكرمة، الطّبعة الأولىٰ ١٤٣٠ھ- ٢٠٠٩م

٦٥- **المسلك المتقسّط** فى المنسك المتوسّط، للقارى، نور الدين على بن محمد سلطان الهروى الحنفى (ت١٠١٤ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ھ- ١٩٩٨م

٦٦- **المصنَّف** لابن أبى شيبة، الإمام أبى بكر عبداللّٰه بن محمد العبسى الكوفى (ت٢٣٥ھ)، تحقيق محمد عوّامة، دارقرطبة، بيروت، الطّبعة الأولىٰ١٤٢٧ھ-٢٠٠٦م

٦٧- **معرفة السُّنَن** والآثار، للبيهقى، الإمام أبى بكر أحمد بن الحسين الشّافعى (ت٣٥٨ھ)، تحقيق سيّد كسُروى حَسنُ، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ١٤٢٢ھ-٢٠٠١م

٦٨- **النافع الكبير** شرح الجامع الصغير، للعلامة أبى الحسنات عبد الحى بن عبد الحكيم اللكنوى (ت١٣٠٤ھ)، إدارة القران و العلوم الإسلامى، الطّبعة الأولىٰ ١٤٠٧ھ- ١٩٨٧م

٦٩- **نور الإيضاح**، للشرنبلالى، العلامة حسن بن عمار الحنفى (١٠٦٩ھ)، مكتبة مرزوق، دمشق

٧٠- **النّهر الفائق** شرح كنز الدّكائق، للإمام سراج الدّين عمر بن ابراهيم ابن نجيم المصرى الحنفى (ت ١٠٠٥ ھ)، حققّه و علّق عليه أحمد عزّو عناية، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٢ھ- ٢٠٠٢م

٧١- **وقاية الرواية** ، (و شرح الوقاية مع عمدة الرّعاية) للمحبوبى، للإمام تاج الشّريعة محمود بن صدر الشريعة الحنفى، إدارة القران و العلوم الإسلامية، كراتشى

٧٢- **الهداية** شرح بداية المبتدى، للمرغينانى، برهان الدين أبى الحسن على بن أبى بكر الحنفى (ت٥٩٣ھ)، دار الارقم، بيروت